کوثرِ رحمت

رؤف امروہوی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کوثرِ رحمت

۱۳ — ۵ — ۷۴

نعت و مناقب کا تیسرا مجموعہ

مع اضافہ جدیدہ

جناب الحاج ماسٹر حافظ محمد عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی

ناشران:

احمد حسین حامد حسین

ساجد حسین آصف حسین

اخلاف مصنف ممدوح

مطبوعہ: سٹی پرنٹس دہلی ۶

سنہ ۱۹۹۹ء

بار سوم ۵۰۰ جلد قیمت: ۲۰ روپیہ

فہرست غزلیات کوثرِ رحمت

نمبر شمار	غزلیات	نمبر صفحہ
۱	اے خدا اے خالقِ کون و مکاں	۴۳
۲	محشر میں تو یہ عالم سرکار ہے تمہارا	۴۵
۳	شمس الضحیٰ محمدؐ بدر الدجیٰ محمدؐ	۴۶
۴	یہ مانا کہ تم ایک بندے ہو لیکن ہے دیدارِ حق کا نظارا تمہارا	۴۷
۵	ہے دل میں جوشِ مدحتِ سرکارِ مصطفیٰؐ	۴۸
۶	کوئی آپ سا اے شہ ہر دو سرا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہے نہ ہو	۴۹
۷	مرنے سے پہلے طاعتِ سرکارِ مصطفیٰؐ	۵۰
۸	میں آوارہ جستجوئے نبی ہوں رہِ منزلِ مصطفیٰؐ پوچھتا ہوں	۵۱
۹	رہ منزلِ مصطفیٰؐ پوچھتا ہوں	۵۲
۱۰	کعبۂ دل ہو جا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۵۳
۱۱	جو علوِ مرتبت ہے اور جو شانِ رسولؐ	۵۴
۱۲	مرنے تری گلی میں نہ آؤں تو کیا کروں	۵۵
۱۳	لطف و کرم کیجئے طالبِ دیدار ہوں	۵۶
۱۴	کوئی آپ سا اے شہ ہر دو سرا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہو	۵۷
۱۵	دفن کرنا کوچۂ دلدار میں	۵۸
۱۶	حدِ وصفِ شہِ انام نہیں	۵۹
۱۷	میں عاصی ہوں مگر دردِ معاصی کی دوا تم ہو	۶۰
۱۸	ذرا اے ماہِ تابانِ مدینہ	۶۱
۱۹	لکھا نہیں جز مدحتِ سرکارِ مدینہ	۶۲
۲۰	جہاں ذکرِ نبیؐ کی ابتدا کی	۶۳
۲۱	بھروسا عاصیوں کا شافعِ روزِ جزا پر ہے	۶۵
۲۲	صدا آتی رہے صلِ علیٰ کی	۶۶
۲۳	کسی کے غم میں رویا جا رہا ہے	۶۸
۲۴	گرم ہے حشر کا میداں بڑی مشکل ہے	۷۰
۲۵	غریبوں کے ملجا یتیموں کے ماویٰ دو عالم کے آقا لقب ہیں تمہارا	۷۱
۲۶	دل کا آئینہ اگر ہم صاف کر کے دیکھتے	۷۲
۲۷	نبیؐ کا عشق دنیا ہی نئی معلوم ہوتی ہے	۷۳
۲۸	تڑپتا ہے دل دیکھنے کو مدینہ درِ شہ پہ جانے کو جی چاہتا ہے	۷۵
۲۹	مجھے مد نظر اُن کی ثنا ہے	۷۶
۳۰	نزع میں دیدِ شاہِ مدینہ	۷۷
۳۱	نبیؐ کی جلوہ گاہِ ناز پرور دیکھنے والے	۷۸
۳۲	میری نہ یہ مجال ہے میرا نہ یہ مقام ہے	۷۹
۳۳	دل کے اندر ہو محبت حضرت فاروقؓ کی	۸۰
۳۴	بلندی پر مقدر آ رہا ہے	۸۰
۳۵	پھر آئی یاد شاہِ کربلا کی	۸۱
۳۶	جماعت حاجیوں کی آ رہی ہے	۸۳
۳۷	میرے نبی محترم مہرِ سپہرِ برتری	۸۴
۳۸	مجال نطق ہے جب تک مری زباں کے لئے	۸۵
۳۹	تو بھی اب رخصت ہوا ماہ صیام	۸۶

نمبر شمار	غزلیات	نمبر صفحہ
۴۰	خورشید شمائل ہو نہ تم زہرہ جبیں ہو	۸۷
۴۱	مالک الملک صناع کون و مکان	۸۸
۴۲	کیا شان ہے شانِ ذیشانِ مدینہ	۸۹
۴۳	گیا دورِ جہالت علم و حکمت کا نظام آیا	۹۱
۴۴	جاہل عرب کو معدنِ عرفاں بنا دیا	۹۲
۴۵	جس کو زلفِ احمد مرسلؐ کا سودا ہو گیا	۹۳
۴۶	سرورِ انبیا سلام علیک	۹۵
۴۷	محمد صدرِ بزمِ انبیا ہیں	۹۶
۴۸	کیا کہوں کیسے تھے انداز و ادائے مصطفیٰؐ	۹۷
۴۹	کاش میری ناکامی میرے کام آجائے	۹۹
۵۰	السلام اے سرورِ دنیا و دیں	۱۰۰
۵۱	نہ کرتا خالقِ اکبر محمدؐ کو اگر پیدا	۱۰۱
۵۲	خوف محشر ہے جانکاہ لیکن یا نبیؐ تم شفیع الوریٰ ہو	۱۰۳
۵۳	ادائے خاص سے رسوائے عام آتا ہے	۱۰۵
۵۴	زہے قسمت یہ بزمِ نعتِ سرکارِ رسالتؐ ہے	۱۰۶

نمبر شمار	غزلیات	نمبر صفحہ
۵۵	اللہ کے کرم کی اک شان ہیں محمدؐ	۱۰۸
۵۶	صدیق راہبر ہیں رسول خدا کے بعد	۱۰۹
۵۷	دلوں کا چین آنکھوں کی ضیا ہیں	۱۱۰
۵۸	شریعت نام ہے جس کا رہِ رشد و ہدایت ہے	۱۱۲
۵۹	ہر بینوا کے گھر کا سامان ہیں محمدؐ	۱۱۴
۶۰	جسے لگاتے ہی بندہ خدا سے ملتا ہے	۱۱۵
۶۱	مے عشقِ نبیؐ سے بھر کے دیدے ایک پیمانہ	۱۱۶
۶۲	مالک حق و وکیل بندۂ حق نماسر ورِ انبیا سرورِ انبیا	۱۱۸
۶۳	نماز پنج گانہ کا جو عامل نہیں ہو سکتا	۱۲۰
۶۴	چشمِ گریاں اُنھیں اس طرح عنایا ہوتا	۱۲۱
۶۵	آپکی بندہ نوازی سے تو کچھ دور نہیں	۱۲۲
۶۶	وہ جانِ کائنات وہ جانانِ کائنات	۱۲۳
۶۷	وہ مشتِ خاک سے کہہ دیں تو دم میں ہو جائے	۱۲۵
۶۸	صوفی باصفا غریب نواز	۱۲۶
۶۹	اے افتخارِ انبیا مولیٰ علی مشکل کشا	۱۲۷
۷۰	ازل سے ہوں میں دیوانہ معین الدین چشتیؒ کا	۱۲۹

نمبر شمار	غزلیات	نمبر صفحہ
	مخمسات	
۷۱	تڑپنا ہائے بیتابانہ دل کا	۱۳۰
۷۲	نظر ہم خستہ حالوں کی حبیب کبریا پر ہے	۱۳۱
۷۳	کوئی بے امر حق ایمان اُن پر لا نہیں سکتا	۱۳۱
۷۴	تجھ سا جہان بھر میں نہ پاؤں تو کیا کروں	۱۳۳
۷۵	انبیا بھی ہیں پریشان رسولِ عربیؐ	۱۳۴
۷۶	نظر ہم خستہ حالوں کی حبیب کبریا پر ہے	۱۳۵
	غزلیات	
۷۷	بتوں کی کج ادائی کا گلہ کیا	۱۳۶
۷۸	زمانہ کو غم سے چھڑا تا رہوں گا	۱۳۷
۷۹	جو ترا طالبِ دیدار ہوا	۱۳۸
۸۰	غیر کو آشنا سے کیا مطلب	۱۳۸
۸۱	آنکھوں سے اشکِ غم نہ بہاؤں تو کیا کروں	۱۳۹
۸۲	سنبل سے نہیں انکی زلفِ خمدار سے باتیں ہوتی ہیں	۱۴۰
۸۳	اُن کے نقابِ رخ کو جو سرکا رہا ہوں	۱۴۱
۸۴	نقاب اپنے رُخ سے ہٹاؤ تو جانیں	۱۴۲
۸۵	دل آزما کے جگر آزما کے دیکھیں گے	۱۴۳
۸۶	فلک کیوں ستانے کو جی چاہتا ہے	۱۴۴
۸۷	اک جھلک سی رُوئے تاباں کی دکھا کر چل دیئے	۱۴۵
۸۸	ارمان اُن کی دید کے تڑپا کے رہ گئے	۱۴۶
۸۹	خیالِ روئے تاباں آرہا ہے	۱۴۷
۹۰	جب نگاہِ لطف مجھ پر آپکی ہو جائے گی	۱۴۸

نمبر شمار	غزلیات	نمبر صفحہ
۹۱	مری میت پہ رویا جا رہا ہے	۱۴۹
۹۲	مری حالت عجب ناگفتنی معلوم ہوتی ہے	۱۵۰
۹۳	ترا آسماں کیا بگاڑا ہے میں نے مجھے کیوں مٹانیکو جی چاہتا ہے	۱۵۱
	مخمسات	
۹۴	ہر دم بفراق سوگواریم	۱۵۲
۹۵	یہ کیا صورت ہوئی اللہ جانے	۱۵۳
۹۶	سیکڑوں کو زخمی ہزاروں کو تڑپتا دیکھتے	۱۵۴
۹۷	جاگنے ہی کو ہیں بیمارِ محبت کے نصیب	۱۵۵
۹۸	بخت ہوتا ہے کسی کا جو پلٹ جانے کو	۱۵۶
۹۹	اک قیامت ڈھا رہی ہے فرقتِ کوئے حبیب	۱۵۷
۱۰۰	فتنوں کو خواب سے نہ جگاؤں تو کیا کروں	۱۵۸
۱۰۱	رکھتے ہی ترے کوچہ میں قدم دنیا سے کنارا کرتے ہیں	۱۵۹
۱۰۲	محمدؐ کون ہیں کیا ہیں کوئی بتلا نہیں سکتا	۱۶۰

عرضِ حال

از مصنّف

برائے طبع ثانی

الحمد للہ علیٰ احسانہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

ناظرین کرام۔

بفضل ایزدی اٹھارہ سال کے بعد "کوثرِ رحمت" کے دوبارہ طبع کرانے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس مجموعے کو قبولیتِ عامہ سے نوازا اور مجھے توفیق دی کہ دوبارہ طبع کراؤں۔ عرصہ ہوا کہ اس مجموعے کے تمام نسخے شائقین کی نذر ہو گئے اور اب ان کے تقاضوں نے اتنا مجبور کیا کہ طبع ثانی کے سوائے کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا۔

غریب خانہ پر ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ جلسہ نعت خوانی کے مسلسل اجراء کی بدولت جس کو ہوتے ہوئے اب بارہ سال ہو گئے اس دوسرے ایڈیشن میں چھتیس ۳۶ نظموں کا اور اضافہ ہو گیا ہے اور پچھلے ایڈیشن کے کچھ اشعار میں ترمیم بھی کی گئی ہے۔ ترتیب وہی ہے جو سابق میں تھی۔

اس مجموعے کی اشاعت اول کی "پیش گفت" عزیز القدر میاں نثار احمد صاحب فاروقی سلمہ نے تحریر کی تھی اور تقریظ لکھنے کی تکلیف جناب محترمی مولانا نسیم احمد صاحب فریدی مدظلہ نے فرمائی تھی اور قطعات تاریخ ملتان سے بھیجکر

مولٰنا سید حبیب احمد صاحب اُفق کاظمی مدظلہٗ نے اس کو زینت بخشی تھی۔ اب کوثرِ رحمت کے طبع ثانی کے موقعہ پر بھی جناب مولٰنا نسیم احمد صاحب فریدی مدظلہٗ نے ایک تقریظ تحریر کرائی ہے اور جتنے کلام کا اضافہ ہوا ہے وہ سب کا سب مجھ سے سُن لیا ہے اور اپنے مفید مشوروں سے مستفید فرمایا ہے۔ ان تینوں حضرات نے کوثرِ رحمت کی جتنی خدمت کی ہے میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بعافیت رکھے۔ آمین۔

اس مجموعہ کی اشاعتِ اول کے بعد جب مولٰنا اُفق صاحب مدظلہٗ ملتان سے امروہہ تشریف لائے اور میں نے ان کی خدمت میں کوثرِ رحمت کا ایک مطبوعہ نسخہ پیش کیا اور یہ درخواست کی کہ بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرما لیجئے تو بہت خوش ہوئے اور بڑی محبت کاوش اور خلوص سے اس پر نظر ڈالی اور "تعمیلِ فرمان" کے عنوان سے ایک نظم بھی سپردِ قلم کر دی جو درجِ ذیل ہے

"تعمیلِ فرمان"

اے اُفق میں اور یہ اصلاحِ دیوانِ رؤف
از سرِ اخلاص ہے تعمیلِ فرمانِ رؤف

وہ نہیں شاگرد میرا مخلصِ دیرینہ ہے
دوستی میں آج تک تختہ ہے پیمانِ رؤف

اس نے سمجھا ہے ہمیشہ مجھ کو اپنا مہربان
اور میری نیک خواہی پر ہے ایقانِ رؤف

مشورے اس نے لئے مجھ سے سخن میں بارہا
صدق سے میں نے بھی کی ترمیمِ دیوانِ رؤف

تقدمہ بھی میں نے لکھا تبصرہ بھی کر دیا
الغرض کر دی نمایاں شعر میں شانِ رؤف

میں حبیب اس کا ہوں وہ میرا محب باصفا
مظہرِ الطافِ حق شانِ اُفق شانِ رؤف

اس نے پہچانا ہے مجھ کو میں نے جانا ہے اُسے
مرتبہ داں میرا وہ میں مرتبہ دانِ رؤف

سادگی میں اسکی سو جوبن نظر آئے مجھے
ہیں ہزاروں پھول پنہاں زیرِ دامانِ رؤف

ذاتِ محبوبِ خدا کا عاشقِ صادق ہے وہ
نغمہائے نعت ہیں جذبات پنہانِ رؤف

حُبِّ سرکارِ مدینہ اس کی روحانی غذا
حبّذا ہے نعمتِ عظمیٰ سے پُر خوانِ رؤف

ازرہِ للّٰہیت ہے اس کی میری دوستی
پُر دُرِ اخلاص سے کانِ افق کانِ رؤف

یوں محب اُس کا ہوں میں وہ ہے محبِ مصطفیٰ
جاذبِ دل اور تو کوئی نہیں شانِ رؤف

خوب کی ہے اس نے مدحِ سرورِ ہر دوسرا
نعت خواں محبوبِ حق کے ہیں ثنا خوانِ رؤف

جو حقایق نظم ان شعروں میں ہیں انکے لیے
صدق شایانِ افق تصدیق شایانِ رؤف

صدق دل سے اب یہی میری دعا ہے اے افق
درگہِ باری میں ہو مقبول دیوانِ رؤف

فقیر گوشہ گیر میرؔ افق کاظمی امروہوی مہاجر ملتان (پاکستان) ۸ر جولائی ۱۹۶۲ء بمقام امروہہ

آخر میں اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جنہوں نے اشاعتِ اول و ثانی میں میرا ہاتھ بٹایا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا میں ان کے حق میں بدرگاہ باری تعالیٰ دعائے خیر و عافیت کرتا ہوں اور اپنے لئے بھی ناظرین سے دعائے حسن خاتمہ کا طالب ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام میری کوتاہیوں کو اپنے دامنِ کرم میں چھپالیں گے یا براہ راست مجھے مطلع فرمادیں گے۔ میں ہر دو صورت میں ان کا شکر گزار رہوں گا دعوائے شاعری نہ مجھے پہلے تھا نہ اب ہے۔

بندۂ ناچیز

عبدالرؤف رؤفؔ امروہوی

۲۰ر ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

تقریظ

برائے طبع ثانی

از جناب مولانا نسیم احمد صاحب فریدی الفاروقی امروہوی مدظلہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

امروہہ کے مشہور و معروف نعت گو حضرت رؤف امروہوی زید مجدہم نے اب سے اٹھارہ سال پہلے یعنی ۱۳۷۶ھ میں اپنے کلام کا تیسرا مجموعہ "کوثر رحمت" شائع کرایا تو حضرت افق کاظمی کے ایما پر احقر کو تقریظ لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ کلام رؤف پر جو مختصر طور پر اس وقت میں نے لکھا تھا وہ میرے دل کی آواز تھی۔ اب بحمداللہ کوثر رحمت کے دوبارہ معہ اضافہ شائع ہونے کا موقع آگیا ہے۔ یہ اضافہ بھی اردو ادب کا ایک بہترین اور گرانقدر اضافہ ہے اس میں سات غزلیں۔ تین ۳ خمسے ۲۳ نعتیں دو ۲ سلام اور دو ۲ منقبتیں شامل ہیں۔ یہ اضافہ بھی اس بات کا مستحق تھا کہ اس پر ایک مبسوط تبصرہ کیا جاتا مگر آنکھ کی کمزوری اور نقاہت کی بنا پر میں اس اہم کام کو انجام نہ دے سکا۔ اضافہ شدہ کلام میں نے سنا۔ اپنی رعنائی اپنی شیفتگی۔ سلاست اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے وہ امتیازی شان رکھتا ہے۔ میں اس اضافہ کے بھی چند پسندیدہ اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے بدرگاہِ الٰہی دعا کرتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو کامیاب سے کامیاب تر فرمائے اور قبولیتِ عامہ کا تمغہ نصیب فرمائے نیز وہ محفل نعت جس کا سلسلہ تقریباً پچاس سال سے ماسٹر صاحب کے مکان پر جاری ہے برابر جاری رہے آمین ثم آمین۔

میرے پسندیدہ اشعار

صدیقؓ میں فاروقؓ میں عثمانؓ میں علیؓ میں
چاروں میں ہے نورِ مہِ تابانِ مدینہ

کیونکر شبِ تاریک گذارونگا لحد کی
یہ خوف ہے اے شمعِ شبستانِ مدینہ

اے خضر رہ شوق مرے پائے طلب کو
مل جائے رہِ منزلِ جانانِ مدینہ

رؤف زار کے ارمان کی معراج ہو جائے
سرِ محشر کوئی کہدے کہ وہ انکا غلام آیا

ان کے آنے کی خبر سنکر سرہانے رؤف
کھول دیں آنکھیں مریضِ غم نے اچھا ہو گیا

آئے معراج کی شب دیکھئے انکا عروج
عرشِ اعظم آرہا ہے زیرِ پائے مصطفیٰ

سر کی یہ حسرت کہ اُن کے نام پر قربان ہو
دل کا یہ ارمان کہ ہو جاؤں فدائے مصطفیٰ

پردۂ غفلت اٹھا کر گوشِ دل سے سن رؤف
آرہی ہے اب بھی کانوں میں صدائے مصطفیٰ

خوش نصیب سمجھونگا میں اگر مجھ سے
بزمِ نعتِ سرور کا اہتمام آجائے

پیش کر محبت سے تحفۂ درود اُن پر
جب زبان پر تیری اُنکا نام آجائے

اب قدم نہیں اُٹھتے راہِ عشق میں یارب
اب تو جس کی حسرت ہے وہ مقام آجائے

ہر ایک امر میں لازم ہے اتباعِ رسول
یہی عمل ہے جو مومن کے کام آتا ہے

تم کہہ رہے ہو عالم کی جان ہیں محمدؐ
میں کہہ رہا ہوں میرا ایمان ہیں محمدؐ
اِک جانِ زار کا غم میں کیا کروں کہ تم پر
ایسی ہزار جانیں قربان ہیں محمدؐ

اس کے تو دو ہوئے مری آنکھوں کے سامنے
یہ بدر ہے مگر مرے بدرالدجے کے بعد
دنیا پہ ایسی بارشِ رحمت نہیں ہوئی
خیرالوریٰ سے پہلے نہ خیرالوریٰ کے بعد

ہیں ٹھوکریں بہت رہِ الفت میں اے رؤف
لیکن سکوں ہے مشکل صبر آزما کے بعد

ہستی پہ رؤف اپنی عبث ناز ہے تمکو
تم کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں ہو

اسی سے جان لو شیخین افضل ہیں صحابہ میں
میسر تا قیامت ہے انھیں پہلو بے جانا نہ

فروتنی سے ملو جب ملو غریبوں سے
سبق یہ سیرتِ خیرالوریٰؐ سے ملتا ہے

عروج دین میں دنیا میں اور عقبیٰ میں
دوام پیروی مصطفےٰ سے ملتا ہے
قرار آئے گا کیوں کو مدینہ جا کر ہی
علاجِ غم اوسی دارالشفا سے ملتا ہے

زندگی کے مراحل ہوں یا تمو ہو پل ہو میزان ہو قبر ہو حشر ہو
ہر جگہ سر پہ سایہ رہے آپ کا سرورِ انبیا سرورِ انبیا
جب مدینے کو رخصت ہوا قافلہ دل بھی اس بھیڑ کے ساتھ ہی لیا
میں اکیلا کھڑا دیکھتا رہ گیا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

نہیں ہے سہل کسی باخبر کا ملنا بھی
سراغ اس کا بھی بختِ رسا سے ملتا ہے

کہیں وہی تو نہیں مبتلائے دردِ فراق
یہ نالہ کچھ میرے دل کی صدا سے ملتا ہے

الٰہی مجھ ضعیف و ناتواں پر رحم فرمانا
جو اُٹھ سکتا نہ ہو مجھ سے وہ بارِ غم نہ اُٹھوانا

رؤف آؤ کریں کچھ سیر اب گورِ غریباں کی
کہ آبادی کی آبادی ہے ویرانے کا ویرانہ

نسیم احمد فریدی امروہی عفرلہ
امروہہ محلہ جھنڈا شہید
۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۴ھ مطابق
۲۰ جون ۱۹۷۴ء

پیش گفت

حضرت رؤف امروہوی کا نام اور اُن کا کلام ممکن ہے کہ امروہہ سے غیر متعلق لوگوں کے لئے نیا ہو کیوں کہ حضرت رؤف نمود و نمائش سے بیزار اور عافیت پسند زیادہ ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

کیا آرزو ہے، ہوش میں آؤ ذرا رؤف
نام و نمود زندگیٔ مستعار میں؟

لیکن امروہہ والوں سے پوچھئے تو وہ کلام سے زیادہ اُن کی شخصیت اور شخصیت سے زیادہ کلام کے مدّاح ملیں گے۔ مشاعروں میں، قوالیوں میں، نعت خوانیوں میں اور سوز خوانیوں میں، ہر جگہ رؤف کا کلام پڑھا جاتا ہے اور اُس پر سر دُھنا جاتا ہے جس محفل میں وہ پہنچ جاتے ہیں اُنھیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے اور دِلوں میں جگہ دی جاتی ہے۔ کیوں کہ اُن کی شخصیت اور کلام دونوں یک رنگ و ہم آہنگ ہیں۔ دونوں میں بلا کی سادگی ہے، مبالغہ، ریاکاری، بناوٹ اور کاروبار سے جس طرح اُن کی سیرت کا دامن اُجلا ہے ایسے ہی اُن کی شاعری بھی پاک ہے۔

رؤف امروہوی میرے بزرگ اُستاد ہیں۔ میں نے اُنھیں کئی رنگوں میں دیکھا اور ہر رنگ میں چوکھا پایا ہے۔ ایک استاد، ایک شاعر، ایک بزرگ، ایک صوفی صافی۔ اور ایک انسان ہر حیثیت میں وہ قابلِ رشک و عظمت نظر آئے۔ یہاں اُن کی زندگی، سیرت، و شخصیت کی مختصر سی بات پہلے ہو جائے پھر کچھ شاعری پر ہوگی۔

میں نے اُنھیں پہلی مرتبہ اُس وقت دیکھا جب پرائمری اسکول سے نکل کر ہائی اسکول میں پہنچا۔ وہ ایک استاد کی حیثیت سے نہایت شریف اور بڑے اُصولی

آدمی ہیں، ہمارے نئے دور میں بڑے بڑے انگریزی بال رکھنا اور آڑھی ترچھی مانگ نکالنا ایک وبائی مرض سا ہو گیا ہے۔ لیکن تصبات میں جہاں اب تو کلچر کی روح سے بوڑھے بھی بیگانے ہیں، وہاں چھوٹی ٹنل کی ذہنی نشوونما اور ساخت پرداخت میں یہ فیشن اور بناؤ ٹھناؤ بہت مُضر رہا ہے۔ پہلے مجھے رؤف صاحب کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ انھوں نے انگریزی پڑھ کیسے لی نہ انگریزی بال، نہ کوٹ پتلون، نہ کوئی اور اندازِ صاحبی! مگر اب بغیر کسی کے بتائے خود بخود معلوم ہو گیا ہے، کیوں کہ شعور نے حالات کے ساتھ چلنا اور حالات کو ساتھ لے چلنا سیکھ لیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ رؤف صاحب میری جماعت کے اُن لڑکوں پر بہت خفا ہوتے تھے جو پڑھنے لکھنے میں تو نہایت پھسڈی اور کورے تھے مگر بالوں اور کپڑوں کی آرائش و زیبائش کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ رؤف صاحب ایسے "نالائقوں" کے بڑے بڑے بال پکڑ کر جھنجھوڑا کرتے تھے۔ بڑی ہنسی آتی تھی ماسٹر صاحب پر بھی اور معتوب ساتھیوں پر بھی۔ مگر شکر ہے کہ مجھے کبھی ایسی ساعتِ بد کا سامنا کرنا نہیں پڑا کیوں کہ میرے نانا نے جو خود کسی طرح کم اُصولی آدمی نہیں ہیں، حجام کو چوتھے دن ہمارا سر مونڈ دینے کی ہدایات دے رکھی تھیں۔ اب اُن دنوں کی اپنی ہی تصویر دیکھتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ پھر سوچتا ہوں کہ اسکول کے زمانے میں اپنے بنے ٹھنے ہم جماعتوں کو دیکھ کر جو احساس کمتری پیدا ہوتا تھا اگر وہ مجھے بھی نیکر پہناتا اور انگریزی بالوں میں آڑی ترچھی مانگ نکلواتا تو اسکول میں ماسٹر صاحب کی جھڑکیاں کھانا پڑتیں اور جدّ و جہدِ زندگی کے میدان میں زمانے کی!

میری تعلیم و تربیت میرے شفیق اور بزرگ نانا شاہ سلیمان احمد صاحب چشتی (مدظلہ) کے ہاتھوں ہوئی۔ اور اُنھوں نے سب سے پہلے قرآن شریف پڑھایا پھر میرے چچا یعنی حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی (مدظلہ) نے قرآن شریف کے معانی و مطالب سمجھائے نانا سے برسوں تک وہ صرف و نحو بھی پڑھی جس میں پہلی کے لئے کتّے کا بھیجا اور دوسری

کے لئے بادشاہوں کا سا مغز درکار ہے۔ جس نے غریب بُزِ اخفش کی جان لی اور جسے عام طور سے "صرف نحو" کہا جاتا ہے۔ حافظہ شروع سے ہی سخت جاں اور ذہن "چلتا پرزہ" تھا اس لئے فارسی و عربی کی "شُد بُد" آگئی۔ رؤف صاحب اِس بات سے میری طالب علمی کے زمانے میں بہت خوش تھے۔ اِس "خوشی" کے نتیجے میں ہی آج یہ مقدمہ لکھنا پڑ رہا ہے، مگر ایک دن تو غضب ہو گیا تھا، مجھے اسکول میں حکم دیا کہ شام کو میرے گھر آؤ، جب پہنچا تو بڑی سادگی محبت اور معصومیت سے فرمانے لگے:

"مجھے عربی نہیں آتی۔ اگر تم روز کسی وقت دس پندرہ منٹ کے لئے یہاں آکر قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ، اور اُس کی ترکیب صرفی و نحوی بتا دیا کرو تو اچھا ہو"۔

میں کچھ جھینپ سا گیا۔ مگر رؤف صاحب نے اِس طرح فرمایا کہ انکار بھی بن نہ پڑا۔ اُس دن تو الحمد شریف (سورہ فاتحہ) کا ترجمہ اپنے چھوٹے سے ذہن اور تھوڑی سی معلومات کے مطابق سُنا دیا۔ مگر کچھ ایسی شرم دامن گیر ہوئی کہ فرمائش اور فہمائش کے باوجود پھر اُن کے گھر کا رُخ مدتوں نہیں کیا۔

یہ بات میں نے صرف اِس لیے لکھی ہے کہ اس کے پس منظر میں رؤف صاحب کے مزاج کی سادگی اور بلند ظرفی کا جلوۂ دل آرا دیکھئے!

ضلع مراد آباد میں امروہہ ایک مردم خیز قصبہ ہے، اور ہے کیا، یادش بخیر کبھی تھا، تقسیم ہند کے بعد سے تو ساری ویرانیاں، شکستہ حالیاں اور درماندگیاں اسی خطۂ خاک کے حصّے میں آگئی ہیں اور دو چار ہستیوں کے سوا اب کچھ نہیں ہے، بقول میر:

دِل کی آبادی کی اس حد ہے خرابی کہ نہ پوچھ
جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر نکلا!

خیر تو اسی قصبے میں ایک محلہ سدّو بھی ہے۔ یہ مان شیخ سدّو کے نام نامی پر آباد ہے جو

اکثر جاہل لوگوں پر اور خصوصاً عورتوں پر "آجایا" کرتے ہیں اور جن کے نام کی علی گڑھ: ایٹہ، کاس گنج وغیرہ میں نذر نیاز بھی بہت ہوتی ہے۔ اسی قصبے کے اسی محلے میں رؤف صاحب کا مختصر مگر خوب صورت مکان ہے اور اسی مکان میں ہر جمعہ کو نعت خوانی کا روح پرور کیف آور جلسہ ہوتا ہے۔ اس جلسے کا انتظام و اہتمام رؤف صاحب ہی کرتے ہیں اور یہ آج سے نہیں لگ بھگ تیئیس ۲۳ سال سے ہو رہا ہے۔ تاریخ اس جلسے کی یہ ہے کہ رؤف صاحب کے زمانۂ طالب علمی میں انھیں ایک عجیب روگ لگ گیا تھا یعنی آدھے سر میں مستقل درد رہتا تھا۔ خود فرماتے تھے کہ دماغ اخروٹ کی گری کی طرح ہلنے لگا تھا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دن بدن سوکھتا اور سمٹتا جا رہا ہے۔ ہر قسم کے علاج کر لیے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن اپنے محلے کی مسجد میں غالباً عصر کی نماز ادا فرما رہے تھے اور نہ معلوم کس جذبے کے زیر اثر آنکھ سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یہ کیفیت دیکھ کر ایک بزرگ نے جو اس وقت مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے تھے قطب کے نام سے مشہور تھے اور اسی محلہ میں رہتے تھے، نماز سے فراغت کے بعد رؤف صاحب کو اپنے پاس بلایا۔ سر پکڑ کر کچھ پڑھا اور دم کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جلد ہی تمھارا یہ مرض دور ہو جائے گا، رؤف صاحب کیا پہلے تو یہی حیرت ہوئی کہ ان حضرت کو میرے مرض کا حال کیوں کر معلوم ہوا۔ اور جب انھوں نے سب دوا دارو چھوڑ کر اُن سے دعا دم کرانے پر اکتفا کیا تو جس طرح رفتہ رفتہ یہ تکلیف پیدا ہوئی تھی اسی طرح چند ہی دنوں میں بتدریج دور ہو گئی ہائے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

دلِ شکستہ دراں کوئے، می کنند درست
چناں کہ، خود نشناسی کہ از کجا شکست

اسی دن سے رؤف صاحب کو ان بزرگ سے عقیدت و ارادت ہو گئی۔ ایک دن وہ بزرگ مسجد کے سقلے پر چڑھ کر چڑیوں کے لیے پانی کا برتن رکھ رہے تھے کہ پانو رپٹ گیا اور مسجد کے صحن میں گرے جس سے سخت چوٹ آئی۔ ماسٹر صاحب انھیں اپنے مکان میں لے آئے

اور تیمارداری کرتے رہے۔ جب شفایاب ہو کر رخصت ہوئے تو فرمانے لگے کہ تمھاری تفریح کا سامان خوب ہو گیا اب تمھیں کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں۔ اُسی زمانے میں کچھ لوگ ماسٹر صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنا فرش لا کر آپ کے مکان میں تھوڑی دیر کے لیے نعت خوانی کا جلسہ کر لیا کریں۔ رؤف صاحب نے اُنھیں اجازت دے دی اور خود بھی اُن کی محفل میں شریک ہوتے رہے کچھ دنوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر وہ لوگ تتر بتر ہو گئے۔ مگر جی جمائی محفل کے اُکھڑنے سے جو سُونا پن ہوا وہ رؤف صاحب کو بہت کھلا اور اُنھوں نے اس سلسلے کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اب اس محفل کے بہت سے پڑھنے والے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ مگر نئے اور اچھے پڑھنے والے ان کی جگہ لیتے رہے۔ بڑی بات یہ کہ خود حضرت رؤف کے صاحبزادے خوش الحان اور سلیم الطبع ہیں اور اُن کے دم سے گرمیٔ محفل میں کبھی کمی نہ آئی اضافہ ہی ہوتا رہا۔

رؤف صاحب تنہائی پسند، گوشہ نشین اور ہنگامہ بیزار انسان ہیں کہیں آتے جاتے نہیں اب مشاعروں میں بھی شرکت نہیں کرتے اپنا کلام بھیج دیتے ہیں، مگر اُن کا کلام اُن کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتا۔ امروہہ کے مشاعروں میں باہر سے جو شعرا آتے ہیں وہ اُن کے اشعار کی آبداری اور خاطر نشینی سے بڑے متاثر ہوتے ہیں۔ ویسے بھی رؤف اب نعت ہی زیادہ کہتے ہیں۔ مجازی رنگ میں کبھی برسوں کی برسات کوئی غزل ہوئی تو ہو گئی رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اُنھیں عشق ہے اور شاید اُن کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہو گیا ہے کہ جلسۂ نعت خوانی کرائیں، نعتیں لکھیں، پڑھیں، پڑھوائیں، سُنیں اور سُنائیں۔ یہ اُن کی غذائے روح ہے۔ وہ سب سے زیادہ اِسی تذکرے کو پسند کرتے ہیں اور اُسی شخص سے خوش ہوتے ہیں جو اُنھیں نعت سُنائے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک بیان کرے۔ اُنھوں نے نئی نئی زمینوں میں نئے نئے انداز کی نعتیں لکھی ہیں، خسرو جامی اور حافظ کی مشہور فارسی نعتوں پر بے نظیر تضمین کہی ہے، اور اپنی نعتوں میں گو ایک ہی

مضمون کو کئی کئی جگہ نظم کیا ہے مگر ہر جگہ انوکھے ڈھنگ سے، دل نشین انداز سے کہ جس میں شگفتگی بھی ہے شیفتگی بھی۔ برشتگی بھی ہے برگشتگی بھی۔ کسک بھی ہے مہک بھی! کم لوگ ایسے ہوں گے جنھیں یہ سعادت نصیب ہے کہ وہ دنیا بھر کے بکھیڑوں سے آزاد رہ کر اپنی روحانیت کو جلا دیتے ہیں، قلب کا تصفیہ و تزکیہ کرتے ہیں، ایک ہی لگن میں مگن رہتے ہیں اور وقتِ عزیز کو رائیگاں نہیں کھوتے۔ جہاں تک کسبی حصول کا سوال ہے، حصول دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں مادّی یا روحانی۔ جو لوگ مادّی حصول کو اہمیت دیتے ہیں وہ بھی بہت کچھ کماتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، کچھ روحانی دولت کی تلاش میں رہتے ہیں جو دیر آید و درست آید بھی ہے اور دیر پا بھی۔ مگر دولت مادّی ہو یا روحانی بغیر کاوش اور کاہش کے تو ملتی نہیں۔ میرزا بیدل مرحوم نے کہا ہے:

چوں شمع سر بلندیٔ عشاق مفت نیست
آخر بقدرِ سوختن است آبروئے ما

اور اسی بات کو ذرا مختلف انداز میں علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ہے اور یہ مادّی حصول پر زیادہ صادق ہے:

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

بے شبہ رؤف صاحب نے خونِ جگر کھایا ہے ورنہ اُن کی سی سعادتیں زور بازو سے تو ملتی نہیں: "تا نہ بخشد خدائے بخشندہ"!

شاعری میں رؤف صاحب کو باقاعدہ کسی سے تلمذ نہیں ہے، ایک بار اتنا ضرور ہوا تھا کہ ۱۹۱۵ء میں جگر صاحب نگینے کے ایک مشاعرے میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے تو رؤف صاحب کے ساتھ ہی مکان میں فروکش ہوئے۔ میز پر دیوانِ حافظ رکھا ہوا تھا، اس کے پہلے سادہ ورق پر حضرتِ رؤف کی سب سے پہلی غزل لکھی ہوئی تھی اُسے جگر صاحب

نے پڑھا تو بہت محظوظ ہوئے اور ہونے والے مشاعرے کے لیے باصرار غزل لکھوائی۔ پھر اُس پر خود ہی اصلاح دی۔ اس کے بعد کبھی اُن کو کلام دکھانے کا موقع نہ ملا۔ ایک آدھ غزل جناب لاابالی کو بھی دکھائی تھی، یہ بزرگ گورنمنٹ ہائی اسکول امروہہ میں فارسی کے ٹیچر تھے۔ مگر یہ کچھ شاگردی میں شاگردی نہیں ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بقول حضرت اثر لکھنوی:

شعر کیا، موقلمِ عشق سے تصویرِ جمال!
کوئی استاد کسی کا اثر اس فن میں نہیں

شاعر کو قوتِ نظم، شدتِ احساس، اور اخذ و گرفت کی صلاحیت مبداء فیاض سے مرحمت ہوتی ہے۔ جہاں تکلفاتِ شعر اور صنعتوں کا اہتمام ہو وہاں عروض و قواعد کے مواخذے سے بچنے کے لیے استاد کی ضرورت بھی ہے مگر جب معاملہ جذبات و احساسات کو سادگی کے ساتھ ادا کرنے کا ہو تو وہاں استاد کرے گا بھی کیا؟ دل سب سے بڑا معلم اور فطرت سب سے بڑی کتاب بن جاتی ہے!

تھوڑا سا حال پیدائش و خاندان کا سُن لیجیے۔ حضرتِ رؤف کے مورثِ اعلیٰ شہنشاہ بابر کے ساتھ ہندستان میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے اُنھیں کی اولاد میں مرزا علاء الدین محمد تھے اور مغل خاندان سے جو قبیلۂ لاری بھی کہلاتا ہے، تعلق رکھتے تھے۔ اکبر کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے ذی عزت مرتبے پر فائز تھے آگرے میں رہتے تھے اور وہیں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس میں خود مدت العمر، علم کے پیاسوں کو سیراب کرتے رہے اِن مرزا علاء الدین محمد کی اولاد میں ایک فرد مرزا زین الدین تھے۔ اِن کے اور امروہہ کے ایک رئیس میر اسد اللہ خاں کے درمیان مراسم و روابط تھے۔ ایک بار وہ اُن کی دعوت پر ملاقات کے لیے آگرے سے امروہہ آئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ محلہ شیخاں (جو اَب محلہ چاہ غوری کہلاتا ہے) میں مستقل اقامت اختیار کی۔ اِسی خاندان کے ایک بزرگ

مرزا نجیب اللہ بیگ کی شادی محلہ چاہ شور میں ہوئی اور سسرال کی طرف سے محلہ سدو میں ایک مکان رہنے کو ملا۔ اس کے علاوہ محلہ بیگم سرائے کے مشرقی حصے کی کچھ اراضی بھی ملی تھی جو اب تک اس خاندان کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ ان ہی مرزا نجیب اللہ بیگ کے بڑے لڑکے مرزا عظیم اللہ بیگ اور مرزا عظیم اللہ بیگ کے چار فرزند مرزا امین اللہ بیگ، مرزا حفیظ اللہ بیگ، مرزا عزیز اللہ بیگ اور مرزا عنایت اللہ بیگ تھے مرزا حفیظ اللہ بیگ مرحوم کے منجھلے فرزند مرزا شفیع اللہ بیگ رؤف صاحب کے والد بزرگوار تھے۔

مرزا عبدالرؤف رؤف امروہوی ۱۸۹۹ء میں امروہہ میں ہی پیدا ہوئے۔ یہیں پلے بڑھے یہیں تعلیم پائی اور اب تک اسی سرزمین پر درس و تدریس کا، شعر گوئی و نعت خوانی کا مشغلہ جاری رکھا ہے ۱۹۱۵ء میں میٹرک میں اپنے درجہ میں اول نمبر کامیاب ہونے پر انعام حاصل کیا اور علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا۔ مگر گھوڑے کی سواری کرتے ہوئے گر گئے تھے جس سے ایک ٹانگ میں سخت چوٹ آئی اور تعلیمی رفتار میں بھی لنگ آگیا۔

۱۹۲۰ء میں امام المدارس ہائی اسکول امروہہ کے ٹیچر مقرر ہوئے اور یک در گیر و محکم گیر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آج تک اسی درس گاہ سے وابستہ ہیں۔

رؤف صاحب مغل ہیں اور صدیوں پرانی تہذیب و روایات کی وہ زندہ و تابندہ روح اُن کو منتقل و متوارث ہو کر ملی ہے جس نے ہندستان کو مشرق کے تہذیب ایجاد ممالک کی لڑی میں پرو کر اُسے ایک تہذیبی مرکز کی حیثیت دی۔ ایسی روح جو آج بھی ہمارے ملک کی گلابی شعر و موسیقی میں ادب اور سنگیت میں تیر رہی ہے۔ یہ بتانا ضروری نہیں کہ مغلوں نے ہندستان کی تہذیب کے بنانے میں اور اس میں ابدیت و آفاقیت پیدا کرنے میں کیا رول ادا کیا ہے۔ اردو شاعری کو، اُس میں بھی صنف غزل کو قومی مزاج بنا دینا، اُسے ایرانی بہاروں کا حسن اور یونانی مجسموں کی نزاکت بخشنا اور اُس کے نقوش کو

امٹ بنا دینا خاص مغلوں کا کارنامہ ہے۔ اگر تاریخ کے اس بڑے چوکھٹے میں اپنی قدیم تہذیب کو فٹ کیجئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اردو شاعری کی وہ ساری روایتیں جو خام مواد کی شکل میں متمدن پڑوسی ملکوں سے لائی گئی تھیں اور جنھیں گنگ و جمن کی حیات بخش روح پرور ہواؤں نے گداز، رسیلا، گلگوں اور نظر فریب بنایا تھا، اُن کی عہد بہ عہد تربیت میں، اُنھیں ہندیوں کے مزاج سے ہم رنگ بنانے میں اور بنانے سجانے میں مغلوں نے زبردست کام کیا ہے ان روایتوں کا قافلہ جو نقش قدم اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے وہ گذری ہوئی صدیوں کے سینے پر نقش بن گئے ہیں۔ ایسے نقش جو سادہ ہیں، اچھوتے ہیں، انوکھے ہیں، سدا بہار ہیں اور جتنا زمانہ گذرتا جاتا ہے، ماہ و سال بیتتے جاتے ہیں، ان کی سادگی اور حسن بھی نکھرتا جا رہا ہے۔

اردو کا پہلا شاعر سعدی کا کوروی ہو یا امیر خسروؒ، قلی قطب شاہ یا ولی دکھنی، لیلن شاعری کا آغاز دہلی اور اُس کے نواح کی تہذیب کے اثرات سے مرتب ہو کر ہوا ہے دکھن میں شاعری کتنے ہی پہلے شروع ہو چکی ہو مگر ایسا تھا کہ مٹی کے پُتلے بنا کر رکھ لئے تھے جن میں روح دم کرنے کی ضرورت تھی اور وہ روح شمالی ہندستان سے ہی پہنچی۔ یہی وجہ ہے کہ کھڑی بولی اور برج بھاشا کے علاقے میں اردو شاعری نقاب نیم کش کے ساتھ بڑی دل آویز ہے، اور لکھنؤ میں بے نقاب ہو گئی ہے۔ یہیں سے داخلیت اور خارجیت کی بحث شروع ہو جاتی ہے داخلیت کی شاعری میں بڑی اہمیت ہے اور وہ عبارت ہے خیالات کی برجستگی، احساسات کی واقعیت جذبات کی ہمہ گیری اور آفاقیت سے۔ میں شاعری اُسی کو سمجھتا ہوں جو ناہموار ہو، لیکن "اور بچنل" ہو۔ یعنی فن کی پابندیوں میں اُلجھ کر اگر ناسخ نے پورا دیوان بے مزہ کہہ دیا تو وہ شاعری نہیں کی۔ یوں کام بڑا کام کیا۔ جُداگانہ حیثیت سے اہم کام بھی کیا۔ مگر اثرات سے خالی۔ روحانی انبساط و مسرت سے عاری اور شعر کے اصل مقصد و تعریف سے کوسوں دور اہاں میر اگر چھ دیوان نہ کہتے صرف ۲، نشتر بھی چھوڑ جاتے، وہ شاعر

تھے، اور اُن کے اشعار اسی طرح اپنی پوری قیمت وصول کرتے۔

یہ اتنی تمہید دراصل "گریز" تھا رؤف امروہوی کے کلام پر تبصرے کی طرف۔ اور تہذیب و روایات، یا داخلیت و خارجیت کی بظاہر غیر متعلق سی بات کہہ کر میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا تھا کہ میرے نزدیک واقعیت اور ORIGINALITY کی جتنی اہمیت ہے اتنی اس بات کی نہیں کہ فن کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہیں یا نہیں۔ شعر کے محاسن میں تنقید و تبصرے کی زبان سے عموماً سادگی، سلاست، بے تکلفی اور برجستگی وغیرہ الفاظ نکلتے ہیں۔ لیکن کسی فن کی تمام قیود کا احترام کرتے ہوئے سپاٹ اور بے رنگ یا محض موزوں شعر کہہ دینا اس تعریف میں نہیں آسکتا، اگر ایسا ہو تو!

دندانِ تو جملہ دردہانند
چشمنانِ تو زیر ابروانند

میں بھی فن کا احترام ہے، موزونیت ہے، اور سادگی بھی مل سکتی ہے۔

نون چنا بھر، مرچیں چار
اُس میں تھوڑی افیوں ڈار

بھی شعر ہے، موزوں ہے، اور پُر پیچ نہیں ہے۔ اس لئے تبصرے میں جو لوگ مجھ سے یہ توقع رکھیں گے کہ میں احتساب کرتا چلوں، وہ پہلے ہی اطمینان کر لیں کہ ایسا نہیں ہوگا

میں نے اوپر کہیں لکھا ہے کہ ماسٹر صاحب کو اسکول کے زمانے میں دیکھ کر میں یہ سوچا کرتا تھا کہ "انھوں نے انگریزی پڑھ کیسے لی، نہ کوٹ پتلون، نہ انگریزی بال، نہ کوئی اور انداز صاحبی!" اسی طرح اُن کی شاعری کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ یہ شعر کہہ کیسے لیتے ہیں، اور کیوں کہتے ہیں۔ نہ بھاری بھرکم الفاظ، نہ پُر شکوہ ترکیبیں، نہ نئی نئی تشبیہات نہ مبالغہ، نہ طمطراق۔ عشق و احساس کے معمولی معمولی جذبات کو گفتگو کی زبان میں نظم کرنا فن کارانہ کمال تو نہ ہوا! مگر میں نے ابتدا ہی میں یہ بھی لکھا ہے کہ اُن کی شاعری

اور شخصیت دونوں یک رنگ و ہم آہنگ ہیں اور اُن میں قدر مشترک ہے برجستگی، بے ساختگی اور بے ریائی! یہاں مجھے پروفیسر رشید احمد صدیقی کا وہ جملہ یاد آرہا ہے جو انھوں نے مرحوم اصغر گونڈوی کے بارے میں لکھا تھا کہ:

"ان کے کلام کو جسم و جاں میں منتقل کیجئے تو اصغر صاحب۔ اور اصغر صاحب کو الفاظ و عبارت میں تحویل کیجئے تو اُن کا کلام!"

کہ میں یہی بات ان ہی الفاظ میں رؤف صاحب کے متعلق کہوں تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ جو لوگ قدرت کلام کے نمونے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں تلاش کرنے کے عادی ہیں اُنھیں البتہ رؤف صاحب کے کلام سے مایوسی ہوگی اور جو ٹیپ ٹاپ کو دکھاوے اور بناوٹ کو شخصیت کی جان سمجھتے ہیں اُنھیں رؤف صاحب سے مل کر کوئی خوشی نہ ہوگی!

یہاں مجھے ایک اور مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ رؤف صاحب کی شاعری کا اصلی رنگ اور جوہر اُن کے عشقیہ کلام میں پاتا ہوں، اور پسند کرتا ہوں مگر خود رؤف صاحب کو، اور اُن کے بہت سے پسند کرنے والوں کو نعتیہ کلام محبوب ہے اسلئے پہلے اُن کی نعت کے بعض اشعار یہاں پیش کروں گا پھر غزلیات کی طرف رجوع کروں گا۔ میرے مذکورۂ بالا بیان کی روشنی میں ان اشعار کی دل نشینی اور اثر آفرینی ملاحظہ فرمائیے!

کوئی کارِ دنیا ہو یا کارِ عقبیٰ، ضرورت وسیلے کی پڑتی ہے ہر جا
مجھے حق کے دیدار کی جستجو ہے، در احمدِ مجتبیٰ پوچھتا ہوں
مرے دین و ملت کو سمجھے کوئی کیا، جدا سارے عالم سے مسلک ہے میرا
رؤف ایک وہ ہیں جو طالب ہیں حق کے اور اک میں کہ اپنا پتا پوچھتا ہوں

یا ان کی ایک مقبول نعت کے چند شعر ہیں ؎

تم انیسِ بیکس و بے نوا، میں اسیرِ دامِ بلا نبی
ذرا سُن لو میری بھی التجا ہوں تمھارے در کا گدا نبی
مرے سر پہ بارِ گناہ ہے، میں ضعیف دُور کی راہ ہے
ذرا دستِ لطف بڑھایئے، میں گرا نبی میں گرا نبی
مرے پاس کوئی عمل نہیں، کسی معصیت کا بدل نہیں
فقط اپنے لطف سے کیجئے مرے دردِ دل کی دوا نبی
سوئے طیبہ ہو جو گذر صبا، تو ادب سے کرنا یہ التجا
کہ رؤف ہجر میں مر مٹا، ہو نگاہِ لطف ذرا نبی

رؤف صاحب تضمین بھی بڑی پیاری کرتے ہیں، کہیں کہیں تو انھوں نے اصل شعر کو بالکل اپنا لیا ہے، حضرت امیر خسروؒ کی ایک نعتیہ غزل کی تضمین ایسی ہی ہے، اس کے دو بند دیکھئے ؎

ہر دم بفراق سوگواریم — ہر لحظہ ز ہجر اشکبا ریم
از تیرِ ادا جگر فگاریم — ما دل شدگانِ بیقراریم
رسوا شدگانِ کوئے یاریم
کر تیغ جفا سے خون میرا — موقع نہیں ہاتھ روکنے کا
صد رشکِ کرم ہے جور تیرا — اے ترک چہ جائے رحمت اینجا
تو تیر بزن کہ ما شکاریم

حضرت قدسیؒ کی نعت کو یوں تضمین کیا ہے، سبحان اللہ سبحان اللہ! ؎

جس کی خاطر بنے کونین وہ ہے تیری ذات — ہو نہیں سکتے بیاں ہم سے کبھی تیرے صفات
صدقہ حسنینؑ کا تھوڑی سی ہمیں بھی خیرات — ما ہمہ تشنہ لبانیم تو نبی آبِ حیات
لطف فرما کہ ز حد می گذرد تشنہ لبی!

کوثر رحمت

نعت حبیب کبریا میں ایک شعر بہت مشہور ہے (خدا جانے کس بیدل کا ہے)
مگر حق یہ ہے کہ درد و اثر کی ایک دنیا دو مصرعوں میں آباد ہے ؎

صبا تحیتِ شوقم بآں جناب رساں
حدیثِ ذرّہ بے دل بہ آفتاب رساں

حضرت رؤف نے اس شعر کو کس کس طرح تضمین کیا ہے، ایہاں شعر کے فن کو کون دیکھے!

کچھ ایسی چھائی ہے تاریکیٔ شبِ ہجراں! کہ ہر طرف نظر آتا ہے ہولناک سماں
لقب ہے تیرا زمانے میں پیکِ مشتاقاں صبا تحیت شوقم بآں جناب رساں
حدیثِ ذرّہ بے دل بہ آفتاب رساں

وہ جن کا وصف ہے دنیا میں یار بے یاراں وہ جن کو کہتے ہیں سب اپنے درد کا درماں
ہے جن کے ذکر مبارک سے رونق دو جہاں صبا تحیتِ شوقم بآں جناب رساں
حدیثِ ذرّہ بے دل بہ آفتاب رساں

وہ جن کا لطف ہے پشت و پناہِ مظلوماں وہ جن کی یاد ہے صبر و قرارِ مہجوراں
لقب ہے جن کا حسینوں میں خسرو خوباں صبا تحیت شوقم بآں جناب رساں
حدیثِ ذرّہ بے دل بہ آفتاب رساں

یہ شعر اپنے اندر حلاوت رکھتے ہیں، اثر رکھتے ہیں، سوز اور کرب رکھتے ہیں بے اختیار دل میں اُترتے چلے جاتے ہیں اور وجدان سرشار ہو جاتا ہے، اسی کا نام ہے شعر کی سادگی اسی سادگی نے میرؔ کو خدائے سخن بنایا ہے اِسی سادگی نے مصحفی کا رتبہ اونچا اٹھایا ہے یہی سادگی درد کی جان، اور میر حسنؔ کا طرۂ امتیاز ہے تو میر سوزؔ کی شاعری کا جوہر۔ مگر اِس سادگی کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمیوں کی بڑی گنجائشیں ہیں مناسب ہوگا کہ میں پروفیسر مسعود حسین رضوی کی معرکہ آرا کتاب "ہماری شاعری" سے ایک آدھ اقتباس نقل کر دوں، تاکہ آیندہ سطور میں

میں میری بات آپ کو پر پیچ معلوم نہ ہو:

(۱) "خیال کی سادگی یہ نہیں ہے کہ وہ اس قدر عام اور سطحی ہو کہ ہر جاہل و عامی کی نگاہ بھی اس تک پہنچ جائے۔ بلند سے بلند اور باریک سے باریک خیال میں بھی سادگی ہو سکتی ہے سادگی سے مراد یہ ہے کہ خیال میں پیچیدگی اور اُلجھاؤ نہ ہو دو خاص وجہیں ہیں جن سے شعر اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ ایک یہ کہ شاعر شعر کی بنا کسی ایسے خیال پر رکھے جو کہ اس کے دل میں واضح طور سے موجود نہ ہو۔ اور کوئی ایسی بات دوسروں کو سمجھائے جسے وہ خود بخوبی نہیں سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاعر مطلب سے مطلب ہی نہ رکھے، شعر میں کوئی خاص صنعت پیدا کرنے کے لئے لفظوں کا ایک گورکھ دھندا بنا دے، مثلاً"

"تھوکتا خون ہوں تو بوئے حنا آتی ہے
جس پہ مہندی تری پستی تھی وہی سل ہے مجھے"

(۲) "یعنی اس طرح مطلب ادا کیا جائے کہ اِس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو بات کا آسانی سے سمجھ میں آجانا خود ایک طرح کی لذت ہے سادگی کا انحصار کئی چیزوں پر ہوتا ہے:

(۱) مشکل الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ اُنھیں لفظوں سے کام لیا جائے جن سے زبان مانوس اور کان آشنا ہیں۔ کلام کی اس خوبی کا نام سلاست ہے مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک مضمون کو آسان لفظوں میں ادا کر دینے کی قدرت شاعر کے کمال کی سند ہے۔ جس کلام میں یہ صفت ہوتی ہے وہ سننے

جتنا آسان ہوتا ہے کہنے میں اتنا ہی مشکل ہوتا ہے ....."

(iii) لفظوں کی ترتیب قواعد زبان اور اصول بیان کے مطابق ہو، یعنی اگر شعر کی نثر کریں تو بھی لفظ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ محاورے اور روزمرّہ کی پابندی بھی شعر میں حسن اور اثر پیدا کر دیتی ہے اور اس سے عام و خاص سب لطف اٹھاتے ہیں"۔

یہ جو تعریف لکھی گئی اس کو ایک بار پھر ذہن نشین کر لیجئے، تاکہ رؤف صاحب کے ان اشعار سے لطف اٹھانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے ؎

کہاں سے لائیگی انداز میرے — کہے گی حالِ دل باد صبا کیا؟

مجھے دیکھ لو شوق سے آزما کر — تہہ تیغ بھی مسکراتا رہوں گا
میں نفرت کے جلسوں سے بھاگوں گا کوسوں — محبت کی محفل میں آتا رہوں گا

جو ترا طالبِ دیدار ہوا — پہلے رُسوا سرِ بازار ہوا

حضرت رؤف کی ایک غزل جس نے بہت سے مشاعرے لوٹے ہیں، اسکے چند شعر سُنئے:

یہ اپنے ہیں، وہ بیگانے، مجنونِ محبت کیا جانے
ہر گُل سے جی بہلاتا ہوں، ہر خار سے باتیں ہوتی ہیں
اس سر میں نہ جانے کیا ساقی سودا ہے ترے میخانے کا
جب در سے اٹھایا جاتا ہے دیوار سے باتیں ہوتی ہیں

اُلفت میں رؤفؔ اوروں کو تو کیا، خود کو بھی بھلانا پڑتا ہے
جب غیر نہیں رہتا کوئی تب یار سے باتیں ہوتی ہیں

اب تک خبر نہ لی دلِ خانہ خراب کی — تم تو یہ کہہ گئے تھے ابھی آرہا ہوں میں

سنا ہے حشر میں اک اور حشر بھی ہوگا — وہ پردۂ رُخِ زیبا اُٹھا کے دیکھیں گے

اے بھرنے والے سارے فقیروں کی جھولیاں — ہم دامنِ سوال ہی پھیلا کے رہ گئے

مریضِ ہجر کو کیا یاد کرتے — وفا کو اس کی رویا جا رہا ہے

رؤف صاحب کے بیشتر اشعار میں جہاں زبان کی سلاست روانی اور شستگی ملتی ہے وہاں ایک وصف یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہجے کے اُتار چڑھاؤ اور آہنگ کے زیر و بم کا خاص کمال ہوتا ہے۔ مثلاً یہ شعر ؎

جانتا ہوں تمھیں جس کے کی تمنا ہے رؤفؔ
ظرف بھی چاہیئے لیکن اُسی پیمانے کا

اگر کوئی نالہ رسا ہو گیا — تو ہم سے نہ کہنا یہ کیا ہو گیا

دردمندِ ہجر کو آخر قضا آ ہی گئی — لے مسیحا اب ترا بیمار اچھا ہو گیا

اُن کے کلام میں صرف عشقیہ جذبات وخیالات کی ترجمانی ہی نہیں ملے گی۔ بلکہ تصوّف وفلسفہ کا رنگ بھی ایسا ہی بامزہ ہے فرق اتنا ہے کہ نہ کورا عشق ہے نہ نرا فلسفہ حسین امتزاج، اور خوش آیند آمیزش ہے، فلسفہ وتصوف کے مضامین سے اردو شاعری کا ایاغ کسی دور میں بھی خالی نہ رہا۔ لیکن ہر جگہ اور ہر عہد میں یہ فلسفہ مقبول نہیں ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن شعرا کو عملی طور سے تصوف کی تعلیم اور فقر وفنا کا ماحول ملا ہو یا تو وہ اس منزل پر پہنچکر صحیح لہجے میں بول سکیں گے یا جو ذہنی ساخت کے اعتبار سے صوفی ہوں۔ پہلوانِ سخن ناسخ اگر فلسفے کے مضامین خیالی باندھیں گے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے!

حضرتِ رؤف کا دل صوفی ہے، اطوار صوفیانہ ہیں اور ذہنی اعتبار سے وہ پکّے موّحد مگر انھوں نے جب فلسفے اور تصوف کی بات بھی کہی ہے تو اتنی ہی سادگی اور صفائی سے کہی ہے جتنی محبوب مجازی کے وصل وفراق کی داستان —— دیکھیے کہ ان اشعار میں کہیں پیچیدگی، اغلاق یا دور از کار خیال تو نہیں ہے؟

چشمِ ظاہر کو نظر آئے جہاں صدہا حجاب
چشمِ باطن نے جو دیکھا ایک بھی پردا نہ تھا

دنیا میں تم کو پہلے بھلا جانتا تھا کون
کچھ ہم سے مرنے والوں نے مشہور کر دیا

دل میں سمائے اور نظر میں نہاں ہوئے
اتنا قریب کر کے مجھے دور کر دیا

سنبل سے نہیں اُن کی زلفِ خمدار سے باتیں ہوتی ہیں
دو پھول جہاں رکھ لیتا ہوں، رُخسار سے باتیں ہوتی ہیں

جن کو ملتی ہے حقیقت کی خبر
اُن کے لب پہلے سیئے جاتے ہیں

میرؔ کا ایک شعر ہے اور بہت ہی خوب ہے،

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

اس کا دوسرا پہلو اثرؔ لکھنوی کے اس شعر میں ہے ؎

گرمیِ حسنِ رخِ دوست الٰہی توبہ جلوۂ شمع سے انکار ہے پروانے کو

لیکن کیا رؤف صاحب کا یہ شعر نظر انداز کرنے کے قابل ہے؟

اُس مہ وش نے پردۂ رُخ جب ہٹا دیا
شمعیں خموش ہو گئیں سب بزم گاہ میں

اور اسی غزل کا یہ شعر بھی باعتبارِ معنی ایک پورا دفتر ہے!

پہلے مثالِ آئینہ دل صاف کیجئے
پھر بُت کدے میں بیٹھئے یا خانقاہ میں

مجھے مولانا عبدالمجید سالکؔ کا یہ شعر بہت پسند ہے ؎

بزمِ دوشیں کو کرو یاد کہ اس کا ہر تار

رونقِ بارگہہ پیرِ مغاں گزرا ہے

تقریباً اسی مضمون کو نئے ڈھنگ سے حضرت رؤف نے اپنے مخصوص انداز میں باندھا ہے، اور خوب ہی باندھا ہے یہاں وہی لہجے کا فرق ملحوظ رہے!

جمع ہو جاتے ہیں جس روز پرانے مے خوار
رونق آجاتی ہے ساقی ترے میخانے میں (گلرنگ تخیل)

چوں کہ یہ مقدمہ کافی طویل ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ رؤف صاحب کا کلام کسی تعارف، تبصرے یا تعریف کا محتاج نہیں اس لئے یہیں پر بس کروں گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے یہ چند شعر سنانے سے پہلے اجازت نہیں چاہوں گا ؎

ایک وہ تھے کہ جہاں بیٹھے وہیں پی کے اٹھے
ایک ہم ہیں کہ پیاسے رہے میخانے میں (گلرنگ تخیل)

اور ذرا اس شعر کو دست افشاں و پاکوباں پڑھئے شعر نہیں شورِ نشور ہے:

آتے آتے ترے خال و رخ و گیسو کا خیال
تیرے انداز بھی آجاتے ہیں دیوانے میں (گلرنگ تخیل)

سیدھی ہوئی تو خوبیٔ تقدیر ہو گئی
بل کھا گئی وہ زلف تو زنجیر ہو گئی

قیس کو لقب بخشا عاقلوں نے مجنوں کا
یہ غریب کیا جانیں عشق میں مزا کیا ہے (گلرنگ تخیل)

مجھے یقین ہے کہ حضرت رؤف امروہوی کا کلام اپنی سادگی، حلاوت اور بانکپن کی وجہ سے ہمیشہ باقی رہے گا اور سرزمین امروہہ ہمیشہ اُن کی دل آویز شخصیت کو یاد رکھے گی۔ مجھے فخر بھی ہے کہ میں نے حضرت رؤف امروہوی کے اس نو مطبوعہ دیوان کا مقدمہ لکھنے کی سعادت حاصل کی، اور ایک سعادت اس سے پہلے حاصل ہو چکی ہے کہ میں ان کا کچھ دنوں شاگرد رہا اور اُن کی سادہ و پُرکار زندگی نے شعور و فکر پر جو نقوش ابتدا میں چھوڑے تھے وہ آج تک مشعل راہ کا کام کر رہے ہیں۔ جتنی عمر بڑھتی ہے اور زمانہ گزرتا ہے یہ نقوش اُبھرتے جاتے ہیں اور حضرت رؤف سے میری عقیدت و ارادت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ خدا حضرت رؤف کو سلامت باکرامت رکھے!

نثار احمد فاروقی

۱۸ فروری ۱۹۵۷ء

گلی قاسم جان

دہلی ۶

تقریظ

گرامی قدر ماسٹر عبدالرؤف صاحب روؔف امروہوی امروہہ کے اُن ادبا میں سے ہیں جن کو باہر کی دنیا میں تو کچھ زیادہ شہرت ابھی حاصل نہیں ہوئی لیکن ان کا عنبریں کلام، مستقبل میں ان کی پائدار شہرت کا ضامن ہے ـــــ اب تو ماسٹر صاحب کا کلام براہِ راست سننے کا موقع کم ملتا ہے لیکن اب سے تقریباً پچیس سال پہلے کی بات ہے، میں نے صوفی نوراللہ عیش صدیقی مرحوم، مولانا سید حبیب احمد افق کاظمی مدظلہ کے متواتر جلسہ ہائے شعر و سخن اور شہر کے چند معرکۃ الآرا مشاعروں میں بارہا کلامِ روؔف بزبانِ روؔف سننے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اُس دور میں چند مشاعرے میں نے بھی اپنے اہتمام سے منعقد کئے تھے اُن میں سے ایک مشاعرہ میں ماسٹر صاحب نے مصرعۂ طرح پر جو نعت زیبِ قرطاس فرمائی اس کا مشہور مطلع یہ ہے ؎

وہ سر پاؤں جو خاکِ کوچۂ دلدار ہو جائے
ملے وہ آنکھ جو محوِ جمالِ یار ہو جائے (المخلصہ، محامد)

ایک دوسرے مشاعرے میں جو احقر کے مکان پر ہوا تھا ماسٹر صاحب نے جو نعت پڑھی اس کا ایک شعر تو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر کے زبان زدِ خاص و عام ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے

صدیقِ یارِ غار کی قسمت تو دیکھیے
پہلو میں آج تک ہیں پیمبر لئے ہوئے (المخلصہ، محامد)

اب مشاعروں میں ماسٹر صاحب نے پڑھنا تو کیا شرکت کرنا بھی موقوف کر دیا ہے اس کی وجہ ایک تو اُن کا ضعفِ بصر ہے دوسرے مشاعرے میں رات گئے تک جاگنا اُن کی موجودہ صحت و عمر کے لئے ہجومِ مشاغل کے ہوتے ہوئے مضر ہے۔ علاوہ ازیں وہ دورِ حال

ے طوفان انگیز اور شورش خیز مشاعروں سے بھی گھبرا گئے ہیں رات رات بھر مشاعرے ہوتے ہیں اور زیادہ تر بے تکے پن سے تہذیب و شائستگی کے ساتھ مصرعہ طرح کا رواج بھی اٹھ گیا ہے کسی نے تمام عمر میں ایک اچھی غزل کہہ لی یا کہلوالی ہے اور اسی کو ہر بزم سخن میں ترنم ریز لہجے سے پڑھ کر آماجگاہ داد و تحسین بنائے ہوئے ہے۔ سعادت و مصحفی کے وطن میں وہ مشاعرے کبھی برسوں میں سننے کو مل جاتے ہیں جن میں دیرینہ روایات اور اس مردم خیز سرزمین کی خصوصیات موجود ہوں غیر طرحی مشاعرے کر کے نہ تو اردو ادب میں کوئی بہترین اضافہ کیا جا رہا ہے اور نہ مبتدیوں کو اُن کی تربیت کر کے اعلیٰ درجے کا شاعر و ادیب بننے کا موقع دیا جا رہا ہے۔

ماسٹر صاحب کا کلام علم و ادب کی محفلوں میں کچھ عرصے سے اُن کے نو عمر صاحبزادے ساجد میاں سلمہٗ پڑھتے ہیں اور ماشاء اللہ خوب پڑھتے ہیں۔ بزم نعت اور محفل ادب سُن کر جھوم جھوم جاتی ہے۔

میں نے ماسٹر صاحب کو زیادہ تر تحت اللفظ پڑھتے سنا ہے۔ پڑھنے میں ان کی زبان سے پھول جھڑتے ہیں۔ عجیب دل کش طرز سے پڑھتے ہیں شیریں کلامی کے ساتھ شیریں زبانی بھی مل جاتی ہے تو قند مکرر کا مزا آجاتا ہے پھر زبان کی سلاست، بیان کی ندرت، مضمون کی نزاکت اور تخئیل کی شوکت کا کیا کہنا ان کی قادر الکلامی اور فصاحت آفرینی میں کیا شک ہے ——— برسوں غزل گوئی کے میدان میں تگ و تاز کرنے کے بعد نظم نعت و منقبت میں یہ چاشنی اور یہ دل کشی پیدا ہوتی ہے جو ماسٹر صاحب کے کلام کو نصیب ہے۔ ماسٹر صاحب کا کلام "از دل خیزد بر دل ریزد" کا پورا پورا مصداق ہے۔ اُن کے کلام میں سچے جذبات ملیں گے، عشق صادق ملے گا اور عقیدت کی فراوانیاں ملیں گی۔ رُبع صدی پہلے والے مشاعروں میں مَیں نے دیکھا ہے کہ جس وقت ماسٹر صاحب کے

پڑھنے کا وقت آیا حاضرین پر مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سامعین ہمہ تن گوش اور مجسم اشتیاق بن جاتے تھے۔ مجمع کا سب سے پہلے خیال یہی ہوتا تھا کہ ماسٹر صاحب کی غزل اپنے رنگ میں کامیاب رہے گی اور یہ خیال ہمیشہ صحیح نکلتا تھا۔ کیسی ہی زمین کیوں نہ ہو ماسٹر صاحب کو اس میں سے "لالہ و گل" ضرور نکالنے! یہی وجہ تھی کہ اگرچہ ماسٹر صاحب قریب قریب سب سے آخر میں پڑھتے تھے لیکن اُن کے کلام کا شوق مجمع کو کم نہیں ہونے دیتا تھا۔

ماسٹر صاحب کو نعت گوئی سے طبعی مناسبت ہے۔ وہ دریائے عقیدت میں غرق ہو کر نعت شریف کے دُرِ شاہوار برآمد کرتے ہیں۔ وہ مدینہ منورہ ابھی تک حاضر نہیں ہو سکے ہیں اور اُن کو دربارِ نبویؐ کا چشمانِ ظاہری سے نظارہ کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ہے لیکن زائرِ حرم حمید لکھنوی کی طرح اُن کے یہاں بھی منظر کشی اور محاکات کے نمونے ملتے ہیں زائرین کا دیارِ حبیبؐ کی واپسی پر در و دیوار کو مڑ مڑ کر دیکھنا اور حسرت بھری اشک آلود نگاہوں سے الوداع کہنا اور بار بار یہ خیال آنا کہ اللہ جانے پھر دوبارہ اس حرم مقدس اور روضۂ پاک کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں۔ ان باتوں کو وہی خوب جانتے ہیں جو اپنی خوش قسمتی سے وہاں حاضر ہو چکے ہیں اور واپس ہوتے ہوئے اُن کے دل کے ہر گوشے سے یہ صدا نکلی ہے ع

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

حاجیوں سے سنا ہے اور سفرناموں میں پڑھا ہے کہ زائرین پر واپسی کے وقت عجیب عالم گریہ طاری ہو جاتا ہے چیخیں مار مار کر روتے ہیں اور اس مقدس سرزمین کے ایک ایک ذرے کو اپنے دل و نگاہ کے گوشوں میں سمونے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھئے ان جذبات کی کس خوبی کے ساتھ ماسٹر صاحب نے تسلی آمیز ترجمانی کی ہے اور کتنی خوب صورت تصویر

اُتاری ہے ؎

تجھے اللہ پھر اس سرزمینِ پاک پر لائے
مدینے کے در و دیوار مُڑ کر دیکھنے والے (کوثر رحمت)

کھنچ کھنچ کے حاجیوں کا مدینے سے لوٹنا
پھر پھر کے دیکھنا در و دیوار کی طرف ـــــ (نخلستانِ محامد)

دیارِ پُرانوار کی تمنائے زیارت کس مردِ مومن کو نہیں ہوتی پھر ماسٹر رؤف صاحب کا حساس دل جس میں عشقِ رسول موجیں مار رہا ہے۔ وہ دل جس کی کھٹک سے دوسرے دل بے خود ہو جاتے ہیں اور سرمستیٔ عشق میں مبتلا ہو کر کوئے حبیب کی تلاش شروع کر دیتے ہیں ـــــ مگر وہ باوجود ارمان و تمنا کے اب تک گنبد خضریٰ کا منظر نہیں دیکھ سکے ہیں۔ زیارتِ حرم نبویؐ کی تڑپ نے اُن کے کلام کو ایک خاص سوز و گداز عطا کیا ہے۔ اُن کے کلام میں جگہ جگہ یہ دردِ مہجوری موجود ہے جو اُن کے اندرونی جذبات کو آشکارا کر رہا ہے۔ کیا تعجب ہے کسی اہلِ دل کی دعا اُن کے کلام کو پڑھ کر اُن کے حق میں کامیاب ہو جائے اور وہ آستانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر وہ دولتِ سعادت حاصل کر لیں جس کے مقابلے میں کائنات کی تمام کامیابیاں ہیچ ہیں ـــــ دیکھئے وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

درِ رسولؐ ہی دیکھا نہ خانۂ کعبہ
رؤف کچھ نہ مزے تم نے اِس جہاں کے لیئے

ایک موقع پر بڑے عجیب پیرایے میں اپنی حاضری کی درخواست پیش کرتے ہیں ذرا اس کی کیف آوری تو ملاحظہ کیجئے۔

یہ سوچ کر ہی مدینے مجھے بلا لیتے

کہ خار کی بھی ضرورت ہے گلستاں کے لئے

ایک شعر میں تو اپنی ظاہری "محرومی و مہجوری" کا تذکرہ اس درد کے ساتھ کیا ہے کہ سننے والے کا دل ہل جائے۔ سنئے۔

جو نہ گئے کبھی رؤف ہم ہی وہ بد نصیب ہیں
ورنہ نبی کا آستاں مرجع خاص و عام ہے

اشتیاقِ زیارتِ دیارِ حبیب کے سلسلے میں چند شعر اور سُن لیجئے۔

پائے بوسی کی کیوں ہوس نہ کرے
کیا رؤف آپ کا غلام نہیں ؟

جالیوں کو تھام کر کچھ ہم بھی کرتے عرضِ حال
ہم بھی اپنا بخت اک دن آزما کر دیکھتے

کچھ ایسے آ رہی ہے یادِ طیبہ کہ دل پہلو سے نکلا جا رہا ہے

حسرتِ دید کی خیر یارب
دیکھ لیں میری آنکھیں مدینہ

مدینے کے گلی کوچے، نبی کا روضۂ اقدس
دکھا مجھ کو بھی اے سب کو برابر دیکھنے والے

ماسٹر صاحب کے مکان پر ہر ہفتے بعد نمازِ جمعہ ایک مجلسِ نعت خوانی ہوتی ہے مدتوں سے یہ سلسلہ قائم ہے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ اس مجلس کا اہتمام ہوتا ہے

اس مجلس میں ماسٹر صاحب کے نعتیہ کلام کے علاوہ دوسرے نعت گو شعراء کا کلام بھی پڑھا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ جلسۂ نعت خوانی بھی بڑا سبب ہے ماسٹر صاحب کے نعتیہ کلام کے اضافے کا ـــــ خدا کرے یہ بزمِ نعت خوانی تادیر قائم رہے اور ترقی پذیر ہو۔ آمین۔

ماسٹر صاحب سراپا نعت گو ہیں۔ اُن کا ماحول نعت گو ہے۔ اُن کا نصب العین نعت ہے اور اُن کی گفت گو برکاتِ نعت کی آئینہ دار ہے۔ غرضکہ اُن کی زندگی کا ہر گوشہ نعت گوئی کے اثرات سے لبریز ہے۔ اسی نعت گوئی کی وجدانی و سرمدی کیفیات نے ایک مسلسل و مضبوط روحانی ربط و تعلق کی بنا پر اُن سے یہ الہامی شعر کہلوایا ہے ؎

یہیں سے نغمہائے نعت کی لہریں سی اُٹھتی ہیں
رؤفِ زار کی تربت یہی معلوم ہوتی ہے

ماسٹر صاحب کا ایک نعتیہ مجموعۂ کلام "نخلۂ محامد" شائع ہو چکا ہے اور دوسرا مجازی کلام کا مجموعہ "گلرنگ تخیل" بھی چھپ چکا ہے۔ ان دونوں مجموعوں کا مقدمہ امروہہ کے واجب الاحترام ادیب حضرت آفق کاظمی نے تحریر فرمایا ہے۔ اب جبکہ بفضلِ ایزدی تیسرا مجموعہ "کوثر رحمت" (جس میں نعتیہ کلام کے بعد کچھ مجازی کلام بھی شامل ہے) زیورِ طبع سے آراستہ ہونے والا ہے۔ حضرت آفق مدظلہٗ امروہہ میں نہیں ہیں وہ کئی سال ہوئے ترکِ وطن کر کے ملتان تشریف لے جا چکے ہیں اس کے مقدمہ کے لئے جب ان کو لکھا گیا تو انہوں نے ہجومِ افکار و امراض کا عذرِ صحیح پیش فرمایا اور رشتۂ ہی کا بربنائے حسن ظن یہ خدمت، احقر کے سپرد کرنے کا مشورہ دیا۔

ماسٹر صاحب اور آفق صاحب دونوں میرے بزرگ ہیں۔ ہر چند میری علمی بے بضاعتی مانع رہی لیکن تعمیلِ حکم کو اپنی سعادت مندی سمجھتے ہوئے کچھ نہ کچھ

لکھ کر داخلِ حسنات ہوگیا۔ مقدمہ کا تو کیا ذکر، کسی تقریظ و تبصرہ کا حق بھی ادا نہ کر سکا مگر بہر حال اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ بزمِ نعت کے حاشیہ نشینوں میں شامل ہونے کا مجھے بھی موقع مل گیا ——— اب میں ماسٹر صاحب کے کلام میں اپنی تحریر و تقریر کو زیادہ دیر تک حائل رکھنا مناسب نہیں سمجھتا آپ خود ہی اُن کا کلام پڑھیے اور عالم وجد و کیف میں اُن کو آفرین و مرحبا کہیئے۔ اُن کے لیئے صحت و عافیت اور حصولِ زیارتِ حرمین شریفین کی دعا کیجئے ——— اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب کرے۔ آمین۔

آخر میں ماسٹر صاحب کے چند اپنے پسندیدہ نعتیہ اشعار پیش کر کے رخصت ہوتا ہوں یوں تو ماسٹر صاحب کا تمام کلام مجموعہ خوبی اور مرقع حسن ہے۔

گلِ عارضِ نبیؐ کا جن کی آنکھوں میں سمایا ہو
نظر میں گلشنِ فردوس اُن کی، آ نہیں سکتا
فلک ہر روز اک ہنگامۂ محشر بپا کر دے
تمہارا نام لیوا ہوں تو میں گھبرا نہیں سکتا
اِسی در کا بھکاری ہے اِسی در کا بھکاری ہے
رؤفؔ اِس آستانے سے کہیں اب جا نہیں سکتا

ستارے کہاں آسماں بھی نہ ہوتا مکیں بھی نہ ہوتے مکاں بھی نہ ہوتا
ان آرائشوں کا گماں بھی نہ ہوتا یہ جو کچھ ہے صدقہ ہے سارا تمہارا

مومن وہ ہے جو پیشِ نظر ہر گھڑی رکھے
گفتارِ مصطفیٰؐ کبھی کردار مصطفیٰؐ

خلق میں اُنکی نیابت ہو رہی ہے آجتک
وہ تصرف کر رہا ہے جوش فیضانِ رسولؐ سے

زندگی ہو، موت ہو کچھ بھی لیکن اے رؤف
ہاتھ تیرے کبھی چھوٹے نہ دامانِ رسولؐ

ذرّہ ہو جس کی مہر سے دم بھر میں آفتاب
ایسے حسین سے دل نہ لگاؤں تو کیا کروں

اُن کے مریضِ ہجر کی گر یہی صبح و شام ہے
آج نہیں تو کل ضرور قصۂ غم تمام ہے

جس جگہ ہو نبیؐ کا ذکرِ جمیل
اُس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں

سہارا امتِ ناشاد کا تم بن نہیں کوئی
یہ وہ ٹوٹی ہوئی کشتی ہے جس کے ناخدا تم ہو

اُس دن سے کوئی پھول نظر میں نہیں آتا
ہے جب سے جگر میں خلشِ خارِ مدینہ

یہ شادابی کا عالم ہے گلستانِ مدینہ کی
کہ خاروں میں گلوں کی تازگی معلوم ہوتی ہے

کچھ اس صورت سے ہے آلودہ عصیاں مرا دامن
کہ ان کے در پہ جاتے شرم سی معلوم ہوتی ہے

سرِ محشر بس اے شانِ کریمی لاج رکھ لینا
نبیؐ ہوں گے مرے عصیاں کا دفتر دیکھنے والے

دماغ و دل معطر ہو رہے ہیں
کہیں سے بوئے جاناں آ رہی ہے

جن کے نبی ہوں منبعِ جود و سخا جہان میں
ہائے وہ دربدر پھریں کرتے ہوئے گداگری

مجالِ نطق ہے جب تک مری زباں کے لئے
زباں ہے نعتِ شہنشاہِ انس و جاں کے لئے

زبانِ حال نے اس طرح داستاں چھیڑی
کہ پہلے اشک بڑھے شرحِ داستاں کے لئے
حضورؐ عرصۂ محشر میں لاج رکھ لینا
کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں وہاں کے لئے

نعتِ نبیؐ کی برکتیں آپ ملاحظہ کریں
دنگ ہیں لوگ دیکھ کر اُن کی رؤف پروری

نسیم احمد فریدی امروہوی غفرلہ
امروہہ محلہ حضڈ اشہید

۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء

آئینہ تاریخہائے دیوان

۱۳ — ۵۵ — ۷۴

محبِّ یکدل ماسٹر محمد عبدالرؤف صاحب رؤف امروہوی

۵۵ ۶ ۱۹

از بلبلِ آفاق میر افق کاظمی لامروہوی

۱۹۶۵۵

(۱)

یہ تیسرا دیوانِ رؤفِ سخن آرا — ہے گلکدۂ نعتِ شہنشاہِ رسالت

یہ برتر و بالا ہے مری داد و ثنا سے — کیا تقدمہ و تبصرہ کی اس کو ضرورت

تاریخ کا لکھنا بھی ہے اب تو مجھے دشوار — معذورِ علالت ہوں تو مجبورِ نقاہت

مدت سے ہوں افکار و حوادث میں گرفتار — تکلیف سے خالی نہیں جاتی کوئی ساعت
پھر طرّہ بر اں نظمِ ادارہ کے فرائض — دیتے نہیں آرام سے دم لینے کی فرصت
با ایں ہمہ افکار ہے ارشاد کی تعمیل — لکھتا ہوں یہ تاریخ کے قطعات بعجلت
کیا شان ہے اس نعتیہ دیوان کی واللہ — تاریخ بھی ہے، نام بھی ہے "کوثرِ رحمت"

۱۳۷۴ھ

(۲)

دیوانِ رؤفؔ نعت گوئے — مطبوع شدہ بزیب و زینت
کردیم اُفقؔ چو فکرِ تاریخ — گفتیم "تمسکاتِ جنت"

۱۳۷۴ھ

(۳)

کلامِ جناب رؤفِ سخن گو، — بہ نعتِ نبی ترجمانِ حقایق
اُفقؔ از پئے سالِ تاریخ طبعش — بگفتیم "نعتِ امام الخلایق"

۱۳۷۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حمد

اے خدا اے خالقِ کون و مکاں
حمد کی لائق نہیں میری زباں

میرے مولیٰ تیرے الطاف و کرم
ہو نہیں سکتے کبھی مجھ سے رقم

مجھ سے پہلے میری روزی بھیجدی
تیری رزّاقی کی حد بھی ہے کوئی

پھر دیئے ماں باپ ایسے مہرباں
جو فدا کرتے ہیں مجھ پر اپنی جاں

دی ہیں آنکھیں دیکھنے کے واسطے
ہاتھ بخشے کام کرنے کے لئے

کان سننے اور کھانے کو دہاں
بولنے کے واسطے گویا زباں

آسماں کی چھت بنائی بے ستوں
واہ رے صنّاعِ بے چون و چگوں

روشنی، گرمی ہوائے خشک و نم
کر دیئے سامانِ راحت سب بہم

آسماں پر ابر پیدا کر دیا
چاند سورج کو ہویدا کر دیا

کام اور آرام کرنے کے لئے
رات اور دن تو نے پیدا کر دیئے

آسماں، تارے، ہوا، بادل، زمیں
ایک کا بھی شکریہ ممکن نہیں

اس قدر احسان مجھ ناچیز پر
اور تیری یاد سے میں بے خبر

دے مجھے توفیق اپنے ذکر کی
ہو تڑپ دل میں تو تیرے ہجر کی

کی اگر مولیٰ نہ میں نے تیری یاد
پا نہیں سکتا کبھی گنجِ مُراد

یا الٰہ العالمیں جب تک جیوں
یاد سے تیری کبھی غافل نہ ہوں

ہو خوشی میری رضامندی تری
میرا سر ہو اور تیری بندگی

کر عنایت مجھ کو سیدھا راستہ
تیری شانِ رہبری کا واسطہ

کاش تجھ تک پہنچ جاؤں جلد تر
یعنی آجائے ترا جلوہ نظر

پھر رہے دل میں نہ کچھ باقی ہوس
دولتِ دنیا کو سمجھوں خار و خس

سایہ گستر سر پہ تیرا ہاتھ ہو
حشر تیرے اولیا کے ساتھ ہو

بے کسی کی موت سے محفوظ رکھ
اپنے جلووں سے مجھے محظوظ رکھ

موت آئے لیکن اِس انداز سے
جیسے کوئی ماہ طلعت ناز سے

کہہ رہا ہو کوئی اے بیمارِ ہجر
اے رؤف اے کشتۂ آزارِ ہجر

اُٹھ کھڑا ہو چل مدینہ کی طرف
یعنی رحمت کے خزینے کی طرف

تیرے آقا نے بلایا ہے تجھے
دن یہ قسمت نے دکھایا ہے تجھے

ہو مبارک تجھ کو وصلِ دلربا
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا

محشر میں تو یہ عالمِ سرکار ہے تمھارا
میں جس کو دیکھتا ہوں بیمار ہے تمھارا

ہے زندگی اُسی کی جو تم پہ مر رہا ہو
اچھا وہی ہے جس کو آزار ہے تمھارا

مانگے بغیر سائل پاتا ہے مطلبِ دل
دنیا میں وہ نرالا دربار ہے تمھارا

محشر میں جب کسی کے کوئی نہ کام آئے
اُس وقت اک اشارہ درکار ہے تمھارا

خورشید و ماہ و انجم اک اک کی جان ہو تم
عالم تمام عکسِ رُخسار ہے تمھارا

طوفانِ معصیت میں نیّا نہ ڈوب جائے
مجھ کو بڑا بھروسا سرکار ہے تمھارا

دیکھو رؤف دیکھو اُن کی طرف ہی دیکھو
اغیار پر بھروسا بے کار ہے تمھارا

شمس الضحیٰ محمدؐ بدر الدجیٰ محمدؐ
صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

جو اُن کو دیکھتا ہے وہ حق کو دیکھتا ہے
یعنی جمالِ حق ہیں سرتا بپا محمدؐ

مشکل ہو میری آساں حاجت مری بر آئے
مشکل کشا محمدؐ حاجت روا محمدؐ

ساحل ہے دور آقا منجدھار میں ہے نیّا
لِلّٰہ اک اشارہ کر دو ذرا محمدؐ

عصیاں کا شر مٹا دو امت کو بخشوا دو
لو اب ذرا اُٹھا دو دستِ دعا محمدؐ

فرشِ زمیں کی زینت عرشِ بریں کی رفعت
اُس کی بنا محمدؐ اِس کی بنا محمدؐ

اس کی خبر بتاؤ پھر اور کون لے گا
یہ ہے رؤفؔ کس کا مدحت سرا محمدؐ

یہ مانا کہ تم ایک بندے ہو لیکن ہے دیدارِ حق کا نظارا تمہارا
ہے طاعت خدا کی اطاعت تمہاری خدا کا سہارا سہارا تمہارا

ستارے کہاں آسمان بھی نہ ہوتا مکیں بھی نہ ہوتے مکاں بھی نہ ہوتا
اِن آرائشوں کا گماں بھی نہ ہوتا یہ جو کچھ ہے صدقہ ہے سارا تمہارا

تمہارے لئے ہم نے آنسو بہائے ہمارے لئے تم نے صدقے اٹھائے
ہے ادراک جسکے سمجھنے سے قاصر کچھ ایسا ہے رشتہ ہمارا تمہارا

سرِ حشر ہوگا قیامت کا منظر جہاں کوئی غم خوار ہوگا نہ یاور
سنور جائے گی ہم غریبوں کی بگڑی اگر ہو گیا اک اشارا تمہارا

کسی وقت نالے کسی وقت زاری کبھی محو حیرت کبھی غش طاری
رؤف حزیں کو مدینے بلا لو فراق اب نہیں ہے گوارا تمہارا

سے دل میں جوشِ مدحتِ سرکارِ مصطفےٰ ام
یہ گھر ہے آج مطلعِ انوارِ مصطفےٰ ام

یہ دلبری یہ حسن ضیا بارِ مصطفےٰ ام
اللہ بھی ہے طالبِ دیدارِ مصطفےٰ ام

ہوتے ہیں جس قدر بھی ابوجہل و بولہب
بڑھتی ہے اور گرمیٔ بازارِ مصطفےٰ ام

زندہ ہوا جو راہ میں اُن کی ہوا شہید
اچھا رہا جو ہو گیا بیمارِ مصطفےٰ ام

آئے کبھی بغیر اجازت نہ جبرئیل
اللہ رے یہ شوکتِ دربارِ مصطفےٰ ام

جن ہیں ملائکہ ہیں نبی ہیں رسول ہیں
ہے کس کو تابِ جلوۂ رخسارِ مصطفےٰ ام

دن ہے تجلّیِ رُخِ زیبا کی اک جھلک
اور رات عکسِ گیسوئے خم دارِ مصطفےٰ ام

اُن کی طرف سے کس لئے ہوتی کمی رؤف
تم ہی نہیں ہو لائقِ دربارِ مصطفےٰ ام

کوئی آپ سا اے شہِ ہر دوسرا نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو
کوئی تاجورِ لولاک لما نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو

آدم بھی ہوئے یحییٰ بھی ہوئے عیسےٰ بھی ہوئے موسیٰ بھی ہوئے
احمدؐ سا شفیع روزِ جزا نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو

شاہوں کی مراد بھی بر آئی درویشوں کی بگڑی بھی بنی
محروم یہاں کوئی منگتا نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو

مرا حال تو اُن کو بتا نہ سکی مرا نامۂ شوق سُنا نہ سکی
مایوس مرا دل پھر بھی صبا نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو

کیا کیا امیدیں بر آئیں کیا کیا ارمان ہوئے پورے
محروم کرم یہ رؤفؔ شہا نہ ہوا ہے نہ ہو نہ ہوا ہے نہ ہو

مرنے سے پہلے طاعتِ سرکارِ مصطفیٰ
مرنے کے بعد سایۂ دیوارِ مصطفیٰ

دل ہو فدائے جلوۂ دیدارِ مصطفیٰ
سر ہو نثارِ ابروئے خم دارِ مصطفیٰ

ساقی مرا سوال بہت مختصر سا ہے
بس ایک جامِ شربتِ دیدارِ مصطفیٰ

مومن وہ ہے جو پیشِ نظر ہر گھڑی رکھے
گفتارِ مصطفیٰ کبھی کردارِ مصطفیٰ

عالم میں صرف محرمِ اسرارِ حق ہیں وہ
اور حق ہے صرف واقفِ اسرارِ مصطفیٰ

دل کہہ رہا ہے فتنۂ محشر کا خوف کیا
کافی ہے ایک حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ

سرگرمِ جستجوئے حقیقت کو چاہیئے
پہلے بنے وہ بندۂ سرکارِ مصطفیٰ

اخلاص ہے، یقین ہے، محبت ہے اے رؤف
کیا ہے جو بن رہے ہو خریدارِ مصطفیٰ

میں آوارۂ جستجوئے نبی ہوں رہِ منزلِ مصطفےٰ پوچھتا ہوں
گناہوں کے غم نے ستایا ہے مجھ کو نشانِ شفیع الوریٰ پوچھتا ہوں
کوئی کارِ دُنیا ہو یا کارِ عقبےٰ ضرورت وسیلے کی پڑتی ہے ہر جا
مجھے حق کے دیدار کی جستجو ہے درِ احمدِ مجتبےٰ پوچھتا ہوں
خوشی سے زمانہ کے آلام سہنا مجھے مست اُن کی محبت میں رہنا
نہیں ڈھونڈتا دیر و کعبہ کا رستہ میں کوچہ کا اُن کے پتا پوچھتا ہوں
جنونِ محبت نہ معلوم کیا ہے کسی گل کی اُلفت نہ معلوم کیا ہے
نہ دنیا پہ مائل نہ عقبےٰ کا سائل فقط دردِ دل کی دوا پوچھتا ہوں

مرے دین و ملّت کو سمجھے کوئی کیا جُدا سارے عالم سے مسلک ہے میرا
رؤف ایک وہ ہیں جو طالب ہیں حق کے اور اک میں کہ اپنا پتا پوچھتا ہوں

رہِ منزلِ مصطفیٰ پوچھتا ہوں
نشانِ شفیعِ الوریٰ پوچھتا ہوں

مجھے حق کے دیدار کی آرزو ہے
درِ احمدِ محتبیٰ پوچھتا ہوں

بتا دے کوئی واقفِ راہِ الفت
میں خلوت گہِ دلربا پوچھتا ہوں

مجھے اُن کی اُلفت لئے پھر رہی ہے
رہ و رسمِ کوئے وفا پوچھتا ہوں

نہ دنیا پہ مائل نہ عقبیٰ کا سائل
فقط دردِ دل کی دوا پوچھتا ہوں

نہیں دیر و کعبہ کے جھگڑوں سے مطلب
میں کوچے کا اُن کے پتا پوچھتا ہوں

نہیں عرضِ مطلب کا یارا زباں کو
یہ کیسے بتاؤں کہ کیا پوچھتا ہوں

رؤفؔ ایک وہ ہیں جو طالب ہیں حق کے
اور اِک مَیں کہ اپنا پتا پوچھتا ہوں

کعبۂ دل ہو، جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سر ہو مرا اور پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حق کی طلب ہو جس پر غالب ہو جو رضائے حق کا طالب
پہلے وہ ہو جو پائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جب تک بھی طاقت ہے بدن میں یعنی جانِ حزیں ہے تن میں
سر میں رہے سودائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اے غمِ الفت تیرے صدقے دل سے صدا ہر دم یہ نکلے
ہائے محمدؐ ہائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جلوۂ حق کے چاہنے والو دیکھو دیدۂ دل سے دیکھو
روئے جہاں آرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ارض و سما کا حاصلِ جاں ہے شمس و قمر کی روحِ رواں ہے
عکسِ رخِ زیبائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس احساسِ طلب کے قرباں اس اندازِ کرم کے صدقے
یاد کیا اور آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غم سے رؤفؔ آزاد رہے گا تو ہر لحظہ شاد رہے گا
پڑھ جو کہیں سن پائے "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم

جو علوئے مرتبت ہے اور جو شانِ رسولؐ
لکھ نہیں سکتا کوئی انسان شایانِ رسولؐ

راہِ حق ہم کو دکھائی دولتِ ایمان دی
بھول سکتے ہی نہیں تا حشر احسانِ رسولؐ

تیری رحمت سے ہمیشہ پھولتا پھلتا رہے
ہو نہ پامالِ خزاں یارب گلستانِ رسولؐ

بوریئے پر بیٹھتا تھا دو جہاں کا تاجدار
دیکھ لیں اہلِ تکلف سازو سامانِ رسولؐ

مرتبہ اُس شاہ کا ہم کچھ سمجھ سکتے نہیں
حق تعالےٰ جانتا ہے رفعتِ شانِ رسولؐ

خلق میں اُن کی نیابت ہو رہی ہے آج تک
وہ تصرّف کر رہا ہے جوششِ فیضانِ رسولؐ

زندگی ہو موت ہو کچھ بھی ہو لیکن اے رؤفؔ
ہاتھ سے تیرے کبھی چھوٹے نہ دامانِ رسولؐ

مرنے تری گلی میں نہ آؤں تو کیا کروں
بگڑی کو اپنی یوں نہ بناؤں تو کیا کروں

کرلوں تمہارے در کی گدائی جب اختیار
شاہوں کو پھر نظر میں نہ لاؤں تو کیا کروں

تم بادشاہِ وقت ہو سکیں گدا ہوں میں
سرکار تم سے لَو نہ لگاؤں تو کیا کروں

ذرّہ ہو جس کی مہر سے دم بھر میں آفتاب
ایسے حسیں سے دل نہ لگاؤں تو کیا کروں

تم ہی تو میرے درد کے اک چارہ ساز ہو
پھر تم کو حالِ دل نہ سناؤں تو کیا کروں

مانا رؤف ہو گئے وہ بے نقاب بھی
جلووں کی اُن کے تاب نہ لاؤں تو کیا کروں

لُطف و کرم کیجئے طالبِ دیدار ہوں
میری بھی سُن لیجئے بندۂ سرکار ہوں

اور مرا مُدّعا کچھ نہیں اس کے سوا
راہِ وفا میں مروں خاکِ درِ یار ہوں

میری طرف سے صبا کیجیو یہ التجا
میں بھی کسی دن شہا حاضرِ دربار ہوں

جنسِ عبادت نہیں نقدِ ریاضت نہیں
کیسے کہوں اُمّتِ احمد مختار ہوں

اور نہ کچھ کیجئے بس یہ دوا دیجئے
پاسِ بلا لیجئے، ہجر کا بیمار ہوں

ہو کبھی شاہِ اُمم مجھ پہ بھی چشمِ کرم
آپ کے گلزار کا میں بھی تو اک خار ہوں

اے مددِ بیکساں چارۂ بیچارگاں
میری خبر لیجئے بے کس و لاچار ہوں

اُن کا تو بحرِ عطا جوش پہ دیکھا سدا
اُن کا نہیں کچھ گلہ میں ہی خطاوار ہوں

نعت سرائی مری جائے تعجب نہیں
میں تو ازل سے رؤفؔ اُن کا گرفتار ہوں

کوئی آپ سا اے شہِ ہر دوسرا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا
کوئی تاج ورِ لولاک لما نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

آدمؑ بھی ہوئے یحییٰؑ بھی ہوئے عیسےٰؑ بھی ہوئے موسیٰؑ بھی ہوئے
مگر ایک بھی شافعِ روزِ جزا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

شاہوں کی مراد بھی بر آئی درویشوں کی بگڑی بھی بنی
محروم یہاں کوئی منگتا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

مرا حال نبی کو بتا دیتی مرا نامۂ شوق سنا دیتی
مرا اِتنا سا کام بھی باد صبا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

کِس کِس کی مُرادیں بر آئیں کس کس کے ہوئے ارماں پورے
کبھی چارۂ دردِ رؤف، شہا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

دفن کرنا کوچۂ دل دار میں
مر رہا ہوں انتظارِ یار میں

وہ نہ ہوتے تو نہ ہوتی کوئی چیز
کیا ادا ہے احمدِ مختار میں

اُس عبادت کی جو ہو اُنکے خلاف
کوئی قیمت ہی نہیں بازار میں

دین بھی ہے دولتِ دنیا بھی ہے
کیا نہیں ہے آپ کی سرکار میں

یہ سمجھ کر مجھ کو بُلوا لیجئے
خار بھی ہوتے ہیں ہر گلزار میں

میسری حسرت بھی ہو پوری یا نبی
میں بھی حاضر ہوں کبھی دربار میں

جذبۂ اُلفت نہ ذوقِ بندگی
لاؤں کیا میں آپ کی سرکار میں

جب میسّر جلوۂ دیدار ہو
محو ہو جاؤں جمالِ یار میں

اب سِوا اِک حسرتِ دیدار کے
کچھ نہیں باقی رؤفِ زار میں

حدِّ وصفِ شہِ انام نہیں
یہ ہے وہ صبح جس کی شام نہیں

جس جگہ ذکر پاک ہو اُن کا
اُس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں

آستانے کا اُن کے منگتا ہوں
اور مجھ کو کسی سے کام نہیں

رُخِ روشن ہے اور وہ زلفِ سیاہ
میری نظروں میں صبح و شام نہیں

دل کی بربادیاں بتاتی ہیں
اُن کے بندوں میں میرا نام نہیں

بخشوانا ہمیں قیامت میں
بجز اُن کے کسی کا کام نہیں

ساقیا اک جہان پی کے گیا
ہمیں اب تک بھی کوئی جام نہیں

پائے بوسی کی کیوں ہوس نہ کرے
کیا رؤفؔ آپؐ کا غلام نہیں؟

میں عاصی ہوں مگر دردِ معاصی کی دوا تم ہو
میں سر تا پا خطا ہوں شافعِ روزِ جزا تم ہو

سہارا امتِ ناشاد کا تم بن نہیں کوئی
یہ وہ ٹوٹی ہوئی کشتی ہے جس کے ناخدا تم ہو

زمین و آسماں تم سے مکان و لامکاں تم سے
شہِ لولاک تخلیقِ دو عالم کی بنا تم ہو

محبت کا تمہاری ظرف میں رکھتا نہیں لیکن
مری حسرت مرا ارمان میرا مدّعا تم ہو

نبوت ختم ہے تم پر رسالت ختم ہے تم پر
غرض جو حُسن بھی ممکن ہے اس کی انتہا تم ہو

تمہارے در کا منگتا ہوں کسی سے کیا غرض مجھکو
مرے مولا مرے آقا مرے مشکل کُشا تم ہو

کروں میں جرأتِ اظہارِ الفت کس لیاقت پر
رؤفِ بے نوائیں ہوں حبیبِ کبریا تم ہو

ذرا اے ماہ تابانِ مدینہ
دکھادے جلوۂ شانِ مدینہ

تری الفت کو بس وہ جانتا ہے
لگا ہو جس کے پیکانِ مدینہ

گھٹائیں کفر کی پھر چھا رہی ہیں
چمک اے مہر تابانِ مدینہ

مقدّس ہے یہاں کا ذرّہ ذرّہ
زہے یہ رفعتِ شانِ مدینہ

گلوں سے بھی زمانہ کے ہے بہتر
مجھے خارِ بیابانِ مدینہ

یہ حسرت ہے کبھی تو زندگی میں
کروں سیرِ گلستانِ مدینہ

کبھی حاصل مجھے بھی یہ شرف ہو
کبھی میں بھی ہوں مہمانِ مدینہ

جہاں شاہانِ عالم بھی ہیں منگتا
وہ ہے سرکار سلطانِ مدینہ

رؤفِ زار کی بھی عرض سُن لو
ہے اِک مدت سے ارمانِ مدینہ

لکھتا نہیں جُز مدحتِ سرکارِ مدینہ
بلبل ہوں چمن ہے مرا گلزارِ مدینہ

رہتا ہے تصوّر گلِ عارض کا نبیؐ کے
پھرتے ہیں نظر میں در و دیوارِ مدینہ

واللہ کوئی اور تمنّا نہیں دل میں
اللہ بنا دے سگِ دربارِ مدینہ

اُس دن سے کوئی پھول نظر میں نہیں آتا
ہے جب سے جگر میں خلشِ خارِ مدینہ

لِلّہ چمک جا مری تاریکیٔ دل میں
اے ماہِ عرب مطلعِ انوارِ مدینہ

ہے قابلِ صد رشک رؤفؔ اُس کا مقدّر
حاصل ہے جسے لذّتِ آزارِ مدینہ

جہاں ذکرِ نبیؐ کی ابتدا کی
وہیں نازل ہوئی رحمت خدا کی
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ
یہ ہیں کچھ خوبیاں اُس دلربا کی

اُنھیں کی ذاتِ اقدس جلوہ گر تھی
شہادت میں شہیدِ کربلا کی
جنیدؒ و شبلیؒ و عطارؒ و رُومیؒ
شعاعیں یہ بھی تھیں اُس مہ لقا کی

محیّ الدینؒ جیلانی سراپا
تھی اک تصویر محبوبِ خدا کی
معین الدین اجمیری و چشتیؒ
کروں تعریف کیا اُس باصفا کی

مُعین دین و ملّت بن کے آئے
دکھادی شان ختم الانبیا کی
شہاب الدین شیخ سہروردیؒ
عنایت تھی حبیبِ کبریا کی

مجدّدِ الفِ ثانی شیخ سرہند
ہدایت کر گئے خلقِ خدا کی

ہزاروں اور اُن کے بعد آئے
ہزاروں نے پھر اُن کی اقتدا کی

غرض یہ سلسلہ اب تک ہے جاری
نیابت ہو رہی ہے مصطفیٰ کی

محمد مصطفیٰ کی یہ نیابت
حقیقت میں نیابت ہے خدا کی

قیامت تک یہی صورت رہے گی
رہے گی یونہی آمد اولیا کی

یہ اُن کی شان دکھلاتے رہیں گے
ہدایت کی، حمایت کی، عطا کی

رؤف اللہ مارے یا جِلائے
مگر اُلفت میں اپنے اولیا کی

بھروسا عاصیوں کا شافعِ روزِ جزا پر ہے
انہیں تو ناز جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ پر ہے

نبی آدمؑ سے عیسیٰؑ تک ہیں سب میدانِ محشر میں
مگر تاجِ شفاعت فرقِ ختم الانبیا پر ہے

کبھی اس آستانے سے کوئی خالی نہیں جاتا
نگاہِ رحمۃ اللعالمیں ہر ہر گدا پر ہے

حسیں ہیں مہ جبیں ہیں نازنیں ہیں سامنے لیکن
نظر سب دیکھنے والوں کی محبوبِ خدا پر ہے

نہیں ہم ہی اکیلے ساقیٔ کوثر کے متوالے
خدا بھی شیفتہ محبوب کی اک اک ادا پر ہے

وہ اپنا ذکر سُنوا کر جِلا دیتے ہیں ہر ہفتے
کرم سرکار کا کیسا رؤفِ بے نوا پر ہے

صدا آتی رہے صَلِّ علےٰ کی
یہ محفِل ہے محمد مصطفےٰؐ کی

جہاں اُس کے لئے پیدا ہوا ہے
یہ ہے ادنیٰ صفت اُس دلربا کی

ہو کیوں کر وصف شاہِ انبیا کا
زباں لاؤں کہاں سے میں خدا کی

نبیؐ کے چہرۂ زیبا کو دیکھے
جسے ہو دیکھنی صورت خدا کی

نظر رکھتے ہیں ہر عاصی پہ اپنے
خبر لیتے ہیں وہ ہر بے نوا کی

ستایا آپ کو جن اشقیا نے
نبیؐ نے ان کے حق میں یوں دعا کی

الٰہی کھول اِن کے دل کی آنکھیں
ہو اِن کو جستجو تیری رضا کی

غریبوں کی مدد کرنا ہمیشہ
یہ عادت تھی شہِ دوسرا کی

کیا جب یادِ بے چینی میں اُن کو
سواری آ گئی خیر الورا کی

یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت
فقیروں پر نظر لطف و عطا کی

زباں سے جو کہا کر کے دکھایا
ہر اک اپنے پرائے سے وفا کی

نسب پر اپنے وہ کرتے نہ تھے فخر
تواضع آپ میں تھی انتہا کی

وہ ایسا دین لے کر آئے جس میں
تمیز اصلا نہیں شاہ و گدا کی

ہو جس دل میں نبیؐ کا دردِ الفت
رؤفؔ اُس کو ضرورت کیا دوا کی

کسی کے غم میں رویا جا رہا ہے
کہ دل کا مَیل دھویا جا رہا ہے

کیے جاتے ہیں وہ بیدار لیکن
مقدّر ہے کہ سویا جا رہا ہے

نہیں ہے جس میں اُن کی ناخدائی
وہی بیڑا ڈبویا جا رہا ہے

نبی اللہ اب جلدی خبر لو
ہمیں دنیا سے کھویا جا رہا ہے

کہیں ہم چین سے رہنے نہ پائیں
اِسی کا بیج بویا جا رہا ہے

تمھارا چُھٹ رہا ہے جب سے دامن
خدا کا لُطف گویا جا رہا ہے

مسلمانوں کی حالت کچھ نہ پوچھو
جسے دیکھو وہ سویا جا رہا ہے

نہیں آتے یہ میدانِ عمل ہمیں
فقط قسمت کو رویا جا رہا ہے

قیامت تک اُبھر سکتے نہیں ہم
ہمیں ایسا ڈبویا جا رہا ہے

عجب دشواریاں ہیں چشمِ تر کو
بڑی مشکل سے رویا جا رہا ہے

ترس کھا کر ذرا ٹھوکر لگا دو
ہمارا بخت سویا جا رہا ہے

ہوئے ہیں قتل جو راہِ وفا میں
رؤفؔ اُن کو ہی رویا جا رہا ہے

گرم ہے حشر کا میدان بڑی مشکل ہے
میں ہوں اس بھیڑ میں انجان بڑی مشکل ہے

ہم تو ہیں عاصی و خاطی و سیہ کار و ذلیل
انبیا تک ہیں پشیمان بڑی مشکل ہے

اجنبیت کا یہ عالم کہ الٰہی توبہ!
ماں کو بیٹے کی بھی پہچان بڑی مشکل ہے

اک طرف بال سے باریک صراطِ محشر
اک طرف عدل کی میزان، بڑی مشکل ہے

دشمنِ جاں ہیں جنھیں دوست سمجھ رکھا تھا
اپنے بیگانے کی پہچان بڑی مشکل ہے

نیکیاں جن کو سمجھتا تھا معاصی نکلے
کفر ہی کفر تھا ایمان، بڑی مشکل ہے

اے شہِ کون و مکاں شافعِ روزِ محشر
مغفرت کا کوئی سامان بڑی مشکل ہے

لیجیے لیجیے لِلّٰہ ہماری بھی خبر
اپنی امت کے نگہبان، بڑی مشکل ہے

آخرت کا تو سفر ہے تجھے درپیش رؤفؔ
اور تو بے سر و سامان بڑی مشکل ہے

غریبوں کے ملجا، یتیموں کے ماوا، دو عالم کے آقا لقب ہیں تمھارے
ہزاروں کی بگڑی بنائی ہے تم نے ہماری بھی کشتی لگا دو کنارے

حوادث کا طوفان آیا ہوا ہے ضلالت کا اندھیر چھایا ہوا ہے
بلاؤں نے گھیرا ہے چاروں طرف سے نہیں کوئی حامی سوائے تمھارے

یہ حالت ہے اے صدرِ ایوانِ عالم نہ محفوظ مذہب نہ محفوظ خود ہم
اس افسانۂ غم کو ہوتے تمھارے سنائیں کسے ہم مصیبت کے مارے

کسی کے ہے پیشِ نظر صرف دنیا کوئی چارہ گر صرف عقبیٰ کا دیکھا
مگر جو چھڑائے دو عالم کے غم سے نہیں کوئی ایسا سوائے تمھارے

نہ ہمدم ہے کوئی نہ ہمراز کوئی نہ مونس ہے کوئی نہ دمساز کوئی
یہ حیرت ہے اس عالمِ بیکسی میں رؤفؔ اب پکارے تو کس کو پکارے

دل کا آئینہ اگر ہم صاف کر کر دیکھتے
جس طرف آنکھیں اٹھاتے روئے انور دیکھتے

ہم اگر قسمت سے اپنا بخت یاور دیکھتے
دیکھتے اور اُن کے جلووں کو برابر دیکھتے

آپ کے مدِّ نظر ہوتا تو اے فخرِ رسل
روضۂ اقدس مدینے ہم بھی جا کر دیکھتے

بگڑیاں سارے زمانے کی بنائیں آپ نے
یارسول اللہ میرا بھی مقدر دیکھتے

سامنے ان کے اگر قسمت سے آجاتے کبھی
پائے اقدس چومتے روئے منور دیکھتے

جالیوں کو تھام کر کچھ ہم بھی کرتے عرضِ حال
ہم بھی اپنا بخت اک دن آزما کر دیکھتے

دیکھتے جس جس طریقے سے بھی ہو سکتا رؤف
دور جا کر دیکھتے نزدیک آ کر دیکھتے

نبی کا عشق دنیا ہی نئی معلوم ہوتی ہے
فلک جو رنج دیتا ہے خوشی معلوم ہوتی ہے

وہی پیشِ نظر ہیں جس طرف نظریں اُٹھاتا ہوں
جہاں رہتا ہوں اُن کی ہی گلی معلوم ہوتی ہے

یہ شادابی کا عالم ہے گلستانِ مدینہ کی
کہ خاروں میں گلوں کی تازگی معلوم ہوتی ہے

مدینہ مسکنِ محبوبِ ربّ العالمیں ٹھیرا
یہاں ہر شے میں شانِ دلبری معلوم ہوتی ہے

ابوبکرؓ و عمرؓ جو حشر تک پہلو بہ پہلو ہیں
ازل کے دن کی ان سے دوستی معلوم ہوتی ہے

کچھ اِس صورت سے ہے آلودۂ عصیاں مرا دامن
کہ اُن کے در پہ جاتے شرم سی معلوم ہوتی ہے

نہیں لاتا کسی کو بھی نظر میں آپ کا منگتا
گدائی آپ کی شاہنشہی معلوم ہوتی ہے

مدد کا وقت ہے ہم بینواؤں نامرادوں کی
زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے

سرِ بالیں بس اب جلدی کرم فرمائیے آقا
کہ شمعِ زندگی بجھتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

مدینہ جا کے مرنے کی تمنا ہے زمانے کو
تمہاری ٹھوکروں میں زندگی معلوم ہوتی ہے

یہیں سے نغمہائے نعت کی لہریں سی اٹھتی ہیں
رؤفِ زار کی تربت یہی معلوم ہوتی ہے

تڑپتا ہے دل دیکھنے کو مدینہ درِ شہ پہ جانے کو جی چاہتا ہے
پہنچ جاؤں قسمت سے اِک بار اگر میں تو پھر کر نہ آنے کو جی چاہتا ہے

عجب رُوح پرور فضائیں ہیں اس کی عجب کیف آگیں مناظر ہیں اسکے
ہے ایسا مقام آستانہ نبیؐ کا کہ دھونی رمانے کو جی چاہتا ہے

مرے دردِ دل کی کہانی بھی سُن لو ہو ممکن تو میری زبانی بھی سُن لو
محبت میں جو کچھ بھی گذری ہے دل پر تمھارے سُنانے کو جی چاہتا ہے

جہاں یاد آتی ہے مجھ کو تمھاری وہیں اشک ہوتے ہیں آنکھوں سے جاری
جہاں نقشِ پا دیکھتا ہوں تمھارا وہیں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے

کہو جس کو تم ہو وہ شے ہم کو پیاری جو مرضی تمھاری وہ مرضی ہماری
تمھاری نگاہِ کرم کو جو بھائے وہ صورت بنانے کو جی چاہتا ہے

بداعمالیاں تیری حد سے زیادہ سیہ کاریاں تیری ایسی کہ توبہ ،
مگر اے رؤف اُن کے صدقے کہ پھر بھی تجھے بخشوانے کو جی چاہتا ہے

مجھے مدّ نظر اُن کی ثنا ہے
لقب جن کا حبیبِ کبریا ہے

اُنھیں کے نور سے ہے مہرِ تاباں
انھیں کی چاند تاروں میں ضیا ہے

نبی آیا نہ ان کے بعد کوئی
شرف یہ کس پیمبر کو ملا ہے

کیا ہے ماہ دو ٹکڑے کسی نے؟
کسی نے مہر کو لوٹا دیا ہے

نبی آئے یہاں کتنے ہی لیکن
کوئی عرشِ بریں پر بھی گیا ہے

کسی کے ہاتھ میں بولے ہیں پتھر
کسی کو پیڑ نے سجدہ کیا ہے

نہ کوئی صاحبِ لولاک ان میں
نہ کوئی شافعِ روزِ جزا ہے

عجب سرکار ہے سرکارِ طیبہ
عجب دربارِ ختم الانبیا ہے

نہ دیکھا نام کو بھی خار جس میں
وہ گلزارِ محمد مصطفےٰ ہے

دیا دنیا کو وہ درسِ مساوات
کہ جسکے سامنے ہر سر جھکا ہے

اصولِ زندگی ایسے بنائے
کہ عالم اب جنھیں اپنا رہا ہے

وہ چھوڑے اپنی سیرت کے نمونے
کہ جن سے دین کا ڈنکا بجا ہے

کسی کا ہے لقب صدیق اکبرؓ
عمرؓ جیسا کوئی عادل ہوا ہے

کوئی عثمانؓ ذی النورین ان میں
کوئی مولےٰ علیؓ مشکل کشا ہے

نبی اللہ کی خدمت میں پہنچا
یہ اِک درخواست لے بادِ صبا ہے

کہ جب ہنگامۂ محشر بپا ہو
تو اِک چشمِ کرم کی التجا ہے

کسی قابل نہیں اعمال میرے
خبر ہے مجھ کو جو میں نے کیا ہے

گواہی دیں گے مجھ پر میرے اعضا
بڑی دشواریوں کا سامنا ہے

ہر اک مشکل سے یہ مشکل ہے افزوں
ہر اک اُلجھن سے یہ اُلجھن سوا ہے

نہیں پڑتا کسی صورت مجھے چین — غمِ فردا قیامت ڈھا رہا ہے
نہ ہو للہ رسوائی سرِ حشر — رؤفِ پُر گنہ کی یہ دُعا ہے

نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
زمہجوراں چرا فارغ نشینی

نزع میں دیدِ شاہِ مدینہ
ایسے مرنے پہ قربان جینا

ذاتِ سرور ہے ایسی جہاں میں
جیسے انگشتری پر نگینہ

سارے مجمع سے قامت میں اونچے
عطر سے گل کے بہتر پسینہ

آپ لِلّٰہ تشریف لائیں
موت کا آئے جس دم پسینہ

موج ہر ایک طوفاں بدامان
اور ٹوٹا ہوا ہے سفینہ

حسرتِ دید کی خیر یارب
دیکھ لیں میری آنکھیں مدینہ

اے رؤف اس قدر آہ و زاری
پھٹ نہ جائے کہیں غم سے سینہ

نبیؐ کی جلوہ گاہِ ناز پرور دیکھنے والے
ترے قرباں اے روضہ کا منظر دیکھنے والے
فروغِ گنبدِ خضرا سے کیا کیا لطف پاتے ہیں
قریب آکر کبھی کچھ دور جا کر دیکھنے والے

مدینے کے گلی کوچے نبی کا روضۂ اقدس
دکھا مجھ کو بھی اے سب کو برابر دیکھنے والے
ہوئے جب چاند کے دو ان کی انگلی کے اشارے سے
یہ دیکھا رہ گئے حیران و ششدر دیکھنے والے
مہِ کامل ہے یا وہ جس نے دو ٹکڑے کئے اُسکے
بتا ہے کون ان دونوں میں بہتر دیکھنے والے
سرِ محشر بس اے شانِ کریمی لاج رکھ لینا
نبی ہوں گے مرے عصیاں کا دفتر دیکھنے والے
تجھے اللہ پھر اس سرزمینِ پاک پر لائے
مدینے کے در و دیوار مُڑ کر دیکھنے والے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ نور کے ٹکڑے
محبت سے نبیؐ کا روئے انور دیکھنے والے

مریضِ دردِ الفت ہے مریضِ دردِ الفت ہے
رؤفِ زار کو کہتے ہیں اکثر دیکھنے والے

میری نہ یہ مجال ہے میرا نہ یہ مقام ہے
نعتِ حبیبِ کبریا صرف خدا کا کام ہے

اُن کے مریضِ ہجر کی گر یہی صبح و شام ہے
آج نہیں تو کل ضرور قصۂ غم تمام ہے

دونوں جہاں کی نعمتیں گویا مجھے نصیب ہیں
دل میں خدا کی یاد ہے لب پہ نبی کا نام ہے

فکرِ عذابِ قبر کیا خوفِ حسابِ حشر کیا
سرورِ انبیا کا تو دل سے اگر غلام ہے

نامِ صحابۂ نبی لے تو ادب سے مُدّعی
ان کے تو در کی خاک بھی قابلِ احترام ہے

صلِّ علےٰ کا شور بھی ہوتا رہے کبھی کبھی
ہم نفسو یہ محفلِ نعتِ شہِ انام ہے

ہم سے خطا نہ ہو تو کیوں تم سے عطا نہ ہو تو کیوں
بھول کے ہم بنے ہیں ہے عفو تمہارا کام ہے

جو نہ گئے کبھی رؤف ہم ہی وہ بد نصیب ہیں
ورنہ نبیؐ کا آستاں مرجعِ خاص و عام ہے

دل کے اندر ہو محبت حضرتِ فاروقؓ کی
آنکھ میں پھرتی ہو صورت حضرتِ فاروقؓ کی

کر دیا فرزند کو دینِ پیمبر پر نثار
اے زہے شانِ عدالت حضرتِ فاروقؓ کی

بول بالا ہو رہا تھا ہر طرف اسلام کا
کیا مبارک، تھی خلافت حضرتِ فاروقؓ کی

بس دکھانے سے جسے بیت المقدس مل گیا
واہ کیا صورت تھی صورت حضرتِ فاروقؓ کی

بعد پیغمبر نبی ہوتے تو ہوتے یہ جناب
اللہ اللہ یہ جلالت حضرتِ فاروقؓ کی

ساریہ اک جنگ کے میدان میں مصروفِ کار
دور مدینے سے ہدایت حضرتِ فاروقؓ کی

آپ ہی کے دم سے کعبہ میں ہوئی پہلی اذاں
دیکھ لے دنیا شجاعت حضرتِ فاروقؓ کی

محو ہو سکتی ہے کیا تاریخ کے اوراق سے
مدعی تجھ سے خلافت حضرت فاروقؓ کی

خواب میں کیسی بھلا یہ بات بھی کوئی رؤف
جاگتے میں ہو زیارت حضرت فاروقؓ کی

بلندی پر مقدر آ رہا ہے
مدینہ میں کوئی بلوا رہا ہے

وہاں کا جانے والا جا رہا ہے
مریضِ ہجر کو تڑپا رہا ہے

کچھ ایسے آ رہی ہے یادِ طیبہ
کہ دل پہلو سے نکلا جا رہا ہے

مدینہ جانے والوں کے سروں پر
نبی کا ابرِ رحمت چھا رہا ہے

رہا جاتا ہوں بس اک میں ہی ناکام
مدینہ کو زمانہ جا رہا ہے

ہر اک کو ناز ہے قسمت پہ اپنی
خدا یہ دن انھیں دکھلا رہا ہے

مدینے کو عجب دن یہ بھی سنتے
رؤفِ خستہ جاں بھی جا رہا ہے

پھر آئی یاد شاہِ کربلا کی — حسین ابنِ علی شیرِ خدا کی
ہرا ہونے لگا پھر زخمِ دل کا — عنایت پھر ہوئی بادِ صبا کی
پھر آیا لوٹ کر ماہِ محرّم — ہوئی پھر یاد تازہ کربلا کی
مصیبت یاد کر کے اُن کی روئیں — نکالیں حسرتیں آہ و بکا کی
قیامت کیوں نہ ڈھائے جوشِ گریہ — شہادت ہے شہیدِ کربلا کی
بُلا کر کوفیوں نے ساتھ چھوڑا — پیمبر کے نواسہ سے دغا کی
نبی کے چاند پر چاروں طرف سے — گھٹائیں چھا رہی تھیں اشقیا کی
وہ تھے تیرہ ہزار اور یہ بہتّر — یہ نسبت دیکھیے اہلِ وغا کی
ملائی خاک و خوں میں شکلِ انور — علی اکبر شبیہِ مصطفیٰ کی
چھدا تیرِ ستم سے حلقِ اصغر — نشانے نے نہ ظالم کے خطا کی
سپردِ خاک کر کے شاہ بولے — علی اصغر امانت تھی خدا کی
کیا اُس حلقِ اقدس کو تہہ تیغ — تھی بوسہ گاہ جو خیر الورا کی
نبی کے لاڈلے کا خوں بہایا — نہ آئی یاد کچھ روزِ جزا کی
ردائیں چھین لیں خیمے جلائے — لکھوں کیا کیا جفائیں اشقیا کی
ہوا تاراج گلشن مصطفیٰ کا — لٹی ساری کمائی فاطمہؑ کی
نظیر اب تک ہوئی ایسی نہ ہوگی — قتیلِ خنجرِ صبر و رضا کی
یزیدِ بد گہر نے فتح پائی — خلش جاتی رہی خارِ وفا کی
یہ ظاہر تھا مگر باطن پہ جس دم — نظر پہنچی مری طبعِ رسا کی

حسینؑ پاک باطن با صفا کی
تو یہ دیکھا کہ ہے فتح حقیقی
بہا دیں ندیاں آبِ بقا کی
فنا ہو کر رہِ مولیٰ میں جس نے
اُنھیں کی اہلِ دیں نے اقتدا کی
حقیقت کا نظر آیا جو جلوہ
وہی رونق ہیں دینِ مصطفا کی
ہوا اسلام زندہ ان کے دم سے
بھنور سے امتِ خیر الورا کی
اُنھیں نے ڈوبتی کشتی نکالی،
یہی ہے شان سچے رہنما کی
اُنھیں کا بول بالا ہو رہا ہے
برستی ہے وہاں رحمت خدا کی
جہاں آرام فرماتے ہیں حضرتؑ
بھلا کیا تھی مجال اُن اشقیا کی
لگاتے ہاتھ وہ اِن قدسیوں کو
کیا کرتے ہیں یوں طاعت خدا کی
فقط امت کو تھا یہ درس دینا
نہیں کرتے ہیں پروا ماسوا کی
دیا کرتے ہیں سر یوں راہِ حق میں
جو ہے تحقیق اہل اتقا کی
روایت اور بھی اِک سن رہے ہیں
رسالت میں حبیبِ کبریا کی
کہ اک وصفِ شہادت رہ گیا تھا
شہادت ہے محمدؐ مصطفا کی
حقیقت میں نواسہ کی شہادت
ہوا جو کچھ مشیت تھی خدا کی
ہوئی اس طرح تکمیلِ مراتب
کریں تقلید ان کے نقشِ پا کی
الٰہی دے ہمیں توفیق ایسی
یہی ہے جان دینِ مصطفاؐ کی
رہے یونہی تمیزِ حق و باطل

رؤفؔ اُن کی محبت میں ہو یہ حال
کہ چھانوں خاک دشتِ کربلا کی

جماعت حاجیوں کی آرہی ہے
کوئی پیغامِ الفت لارہی ہے

سُنا کر گلشنِ طیبہ کی باتیں
دلِ ناکام کو تڑپا رہی ہے

دماغ و دل معطّر ہو رہے ہیں
کہیں سے بوئے جاناں آرہی ہے

کچھ ایسے آرہے ہیں بن کے یہ لوگ
کہ دنیا گیت اُن کے گا رہی ہے

دلوں میں موجزن ہے نورِ ایماں
سروں پر حق کی رحمت چھا رہی ہے

قدم بوسی کی خاطر ہر قدم پر
نگاہِ شوق لوٹی جا رہی ہے

ہر اک انداز ان کا روح پرور
ادا ہر ایک دل کو بھا رہی ہے

نظر آنے کو ہے جلوہ کسی کا
نقابِ رُخ صبا سرکا رہی ہے

رؤفؔ اِن پختہ کاروں سے سبق لو
نظر کس واسطے شرما رہی ہے

میرے نبی محترم مہرِ سپہرِ برتری
راحتِ جانِ عاشقاں جانِ جہانِ دیگری

سرورِ انبیا ہیں وہ رحمتِ کبریا ہیں وہ ،
ان کو ازل میں دی گئی دونوں جہاں کی سروری

لعل بھی ہے گہر بھی ہے شمس بھی ہے قمر بھی ہے
آپ کے سامنے مگر کس کو مجالِ ہمسری

اُن کا علوئے مرتبت کیسے کوئی بیاں کرے
جن کے غلام کی نظر دبدبۂ سکندری

اُن کے قدومِ ناز پر تاجِ شہنشہی نثار
اُن کا غلام دبدبہ اُن کی کنیز افسری

یاد ہیں آج تک ہمیں عہدِ عمرؓ کی شوکتیں
بھولے نہیں ہیں ہم ابھی سطوت و شانِ حیدریؓ

جن کے نبی ہوں منبعِ جود و سخا جہان میں
ہائے وہ دربدر پھریں کرتے ہوئے گداگری

آدمؑ و نوحؑ کے بنے آپ وسیلۂ نجات
آپ کی ذات پر نہ کیوں ناز کرے پیمبری

نعتِ نبیؐ کی برکتیں آپ ملاحظہ کریں ،
دنگ ہیں لوگ دیکھ کر اُن کی رؤف پروری

کوثر رحمت

مجالِ نطق ہے جب تک مری زباں کے لیے
زباں ہے نعتِ شہنشاہِ انس و جاں کے لیے

یہ مہر و ماہ، یہ انجم، یہ آسمان، یہ زمین
بنے ہیں سب یہ اُسی جانِ دو جہاں کے لیے

یہ دل بنا ہے محبت کے واسطے اُن کی
یہ سر بنا ہے فقط اُن کے آستاں کے لیے

زبانِ حال نے اس طرح داستاں چھیڑی
کہ پہلے اشک بڑھے شرحِ داستاں کے لیے

حضور عرصۂ محشر میں لاج رکھ لینا
کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں وہاں کے لیے

یہ سوچ کر ہی مدینے مجھے بُلا لیتے
کہ خار کی بھی ضرورت ہے گلستاں کے لیے

صبا حضور سے اِتنا تو پوچھ ہی لینا
کہ کیا ہمیں ہیں فقط جَورِ آسماں کے لیے

اگر جیئں تو فقط اُن کا ذکر کرنے کو
اگر مَریں تو فقط اُن کی عزو شاں کے لیے

درِ رسولؐ ہی دیکھا نہ خانۂ کعبہ
رؤفؔ کچھ نہ فرق تم نے اس جہاں کے لیے

رُخصتِ ماہِ صیام

تو بھی اب رخصت ہوا ماہِ صیام
کی نہ تو نے بھی وفا ماہِ صیام

دے چلا عُشّاق کو داغِ فراق
چھین کر دل لے چلا ماہِ صیام

جسم کی بیماریوں کا چارہ گر
دردِ عصیاں کی دوا ماہِ صیام

مثل فرضوں کے نوافل کا ثواب
برکتوں سے ہے بھرا ماہِ صیام

روح کو ملتی ہے تجھ سے تازگی
دل پہ ہوتی ہے جِلا ماہِ صیام

وصف اک تیرا ہے قرآں کا نزول
مرحبا صَلِّ علےٰ ماہِ صیام

روکنے والا معاصی سے ہمیں
نیکیوں کا رہ نما ماہِ صیام

تیرا رتبہ، تیری شوکت، تیری شان
سب مہینوں سے سوا ماہِ صیام

تجھ میں دروازے ہوئے دوزخ کے بند
اور درِ جنت کھُلا ماہِ صیام

جانِ محزوں تیرے جلووں پر نثار
اور دلِ مضطر فدا ماہِ صیام

جو ترا انداز ہے وہ دل فریب
جو ادا ہے دل رُبا ماہِ صیام

لیلۃ القدر ایک موتی بے بہا
ہے ترے اندر چھُپا ماہِ صیام

یاد کر کے تجھ کو تڑپے گا بہُت
یہ رؤفِ بے نوا ماہِ صیام

خورشید شمائل ہو نہ تم زہرہ جبیں ہو
اللہ کے محبوب ہو کچھ ایسے حسیں ہو

دنیا کی کروں سیرِ جہاں تک بھی تو لیکن
جب وقتِ اجل آئے تو طیبہ کی زمیں ہو

کہنے سے فقط گوہرِ مقصد نہیں ملتا
وہ سامنے ہیں اس کا تہِ دل سے یقیں ہو

تم جانِ مہ و مہر ہو تم جانِ کواکب
تم جانِ ملک جانِ فلک جانِ زمیں ہو

حاصل ہو جہاں حضرتِ والا کی حضوری
جینا بھی وہیں ہو میرا مرنا بھی وہیں ہو

جانا نہ پڑے مجھ کو کسی اور کے در پر
مشکل مری آساں ہو تو سرکار یہیں ہو

تا حشر اسی طرح رہوں محوِ نظارہ
تربت مری سرکار کے روضہ کے قریں ہو

مشکل نہیں تم کو مری بگڑی کا بنانا
تم احمدِ مختار ہو مجبور نہیں ہو

بندہ ہے تمہارا یہ رؤف اور تم اس کے
حافظ ہو نگہباں ہو ناصر ہو معیں ہو

مالک الملک صناع کون و مکاں — قادر لم یزل خالقِ انس و جاں
دم بخود سامنے اُس کے کُل کائنات — اُسکی ہیبت سے لرزاں زمیں آسماں
انبیا اولیا اُسکے فرماں پذیر — اُسکے محکوم دنیا کے سب حکمراں
بحر و بر دشت و در خشک و تر سر بسر — اُسکی شاہی کا سکہ ہے ہر شور و اں
سامنے اسکے لب کھولے کسکی مجال — الحذر الحذر الاماں الاماں

احکم الحاکمیں احسن الخالقیں
ارحم الراحمیں حامیِ بے کساں

اسکی مخلوق بے حد و غایت مگر — رزق دیتا ہے ہر ایک کو بے گماں
پتہ پتہ ہے صنعت کا اُسکی ثبوت — ذرہ ذرہ میں ہیں اُسکے جلوے عیاں
کیا شجر کیا حجر کیا ملک کیا بشر — یعنی ہر چیز ہے اُسکی تسبیح خواں
ذکر کرتے ہیں سب اپنے اللہ کا — ہم سمجھتے نہیں لیکن اُن کی زباں
کوئی سائل ہو محروم جاتا نہیں — سب فقیروں کی بھرتا ہے وہ جھولیاں

وہ ہے غفار اور پُر معاصی رؤف
اُسکے محبوب کا مدح گو نعت خواں

کیا شان ہے شانِ شہِ ذیشانِ مدینہ
مکہ کی اگر جان ہیں تو ایمانِ مدینہ

اے جانِ عرب جانِ عجم جانِ مدینہ
مدت سے اِن آنکھوں کو ہے ارمانِ مدینہ

صدیق میں فاروق میں عثمان میں علی میں
چاروں میں ہے نورِ مہِ تابانِ مدینہ

سرسبز ہے ہر شاخ مدینہ کے چمن کی
شاداب ہے ہر نخلِ گلستانِ مدینہ

چہرے پہ مَلوں خاکِ درِ حضرتِ والا
آنکھوں میں رکھوں خارِ مغیلانِ مدینہ

کیونکر شبِ تاریک گزاروں گا لحد کی
یہ خوف ہے اے شمع شبستانِ مدینہ

خوشبو میں لطافت میں نزاکت میں ادا میں
ہے گل سے فزوں خارِ گلستانِ مدینہ

اے خضرِ رہِ شوق مرے پائے طلب کو
مل جائے رہِ منزلِ جانانِ مدینہ

لیچل مجھے جس شکل سے جس شان سے چاہے
اے جذبۂ دل سوئے بیابانِ مدینہ

چل ایسی کوئی چال کہ کچھ دُور ہی چل کر
آجائے نظر روضۂ سلطانِ مدینہ

جائیں گے رؤف آپ مدینہ کو یقیناً
ہونا ہے مقدر میں جو مہمانِ مدینہ

گیا دورِ جہالت علم و حکمت کا نظام آیا
وہ کیا تشریف لائے امن و راحت کا پیام آیا

شبِ اسرا عروجِ حضرتِ والا کا کیا کہنا
جہاں جبریل عاجز رہ گئے وہ بھی مقام آیا

شفاعت کیلئے کس کے وسیلہ پر نظر پہنچی
زبانِ اہلِ محشر پر نہ جانے کس کا نام آیا

نبی سب حشر میں موجود تھے آدم سے عیسیٰ تک
مگر جز حضرتِ خیر البشر کوئی نہ کام آیا

بہت دشوار ہے جینا بہت دشوار ہے مرنا
رہِ الفت میں یا اللہ یہ کیسا مقام آیا

ندامت اس قدر ہوگی کہ ہو جائیگا دو ٹکڑے
مقابل روئے روشن کے اگر ماہِ تمام آیا

ہمیں کچھ بھی نہ آیا آج تک اے وائے ناکامی
نہ اندازِ سجود آیا نہ اندازِ قیام آیا

مجھے تو اِس سے لطفِ خاص کے آثار ملتے ہیں
بھری محفل میں ساقی صرف میں ہی تشنہ کام آیا

رؤف زار کے ارماں کی معراج ہو جائے
سرِ محشر کوئی کہدے کہ وہ اُن کا غلام آیا

جاہل عرب کو معدنِ عرفان بنا دیا
پتھر کو تم نے لعلِ بدخشاں بنا دیا

اہلِ عرب کو ایسا نوازا حضورؐ نے
خاروں کو رشکِ سنبل و ریحاں بنا دیا

تھوڑے دنوں کی سعیِ مسلسل نے آپؐ کی
سارے عرب کو صاحبِ ایماں بنا دیا

توحید کی وہ شمع جلائی حضورؐ نے
کعبہ کا مشرکوں کو نگہباں بنا دیا

ڈالی یہاں بنائے مساوات آپؐ نے
آقا غلام دونوں کو یکساں بنا دیا

کیسا ڈبویا کشتیِ اعدا کو آپ نے
ہلکی سی ایک موج کو طوفاں بنا دیا

اُن پر درود جنکے کرم کی نگاہ نے
تم کو رؤفؔ صاحبِ دیواں بنا دیا

جس کو زلفِ احمدِ مرسل کا سودا ہو گیا
وہ ہوا اللہ کا اللہ اُس کا ہو گیا

سیرِ ہفت افلاک سیرِ دوزخ و سیرِ بہشت
گرمیِ بستر کے وقفہ بھر میں کیا کیا ہو گیا

کیا ملک کیا حور کیا جن و بشر کیا وحش و طیر
اُن کا شیدائی زمانے کا زمانہ ہو گیا

مل گیا منصب شفیعِ حشر کا سرکار کو
عاصیوں کی مغفرت کا کام کب کا ہو گیا

آپ پر ہر مرنے والا دے گیا درسِ حیات
آپ کا بیمارِ غم رشکِ مسیحا ہو گیا

غرق ہونے ہی کو تھی کشتی دلِ ناشاد کی
مژدۂ لاتقنطو سے پار بیڑا ہو گیا

تھم گئے آنسو نگاہِ لطف کی امید پر
ڈوبتے کو ایک تنکے کا سہارا ہو گیا

بُت کدے جائے برہمن تو طوافِ کعبہ کر
ہیں تو زاہد کشتۂ نازِ مدینہ ہو گیا

میرے تیرے درمیان جھگڑے کا اب امکان کیا
تیرا مکّہ ہو گیا میرا مدینہ ہو گیا

یہ شرف کیونکر مِلا کِس کے سبب کِسکے طفیل
کعبہ کل تک بُت کدہ تھا آج قبلہ ہو گیا

تجھ کو شاید اس حقیقت کی خبر اصلا نہیں
اُس کا مکّہ ہو گیا جس کا مدینہ ہو گیا

اُن کے آنے کی خبر سُن کر سرِ بالیں رؤف
کھول دیں آنکھیں مریضِ غم نے اچھا ہو گیا

سرورِ انبیا سلام علیک
شمعِ بزمِ ہدیٰ سلام علیک

صاحبِ تاج صاحبِ معراج
بادشاہِ دنےٰ سلام علیک

ہر امیر و فقیر کے داتا
بندۂ حق نما سلام علیک

بحرِ جود و سخا علیک سلام
کوہِ صبر و رضا سلام علیک

افضلِ خلق حامد و محمود
مصطفےٰ مجتبےٰ سلام علیک

رخِ روشن حضورِ والا کا
معنیِ والضحےٰ سلام علیک

درحقیقت ہے سورۂ واللیل
وصفِ زلفِ دوتا سلام علیک

روح صدق و صفا علیک سلام
جانِ مہر و وفا سلام علیک

مر رہا ہوں فراق کا مارا
درد دل کی دوا سلام علیک

ہر طرف ظلم و جور کی ہم پر
چھا رہی ہے گھٹا سلام علیک

اپنے بندوں کی لاج رکھیے گا
بخشد بجرمِ خطا سلام علیک

میرے عصیاں کی حد نہیں کوئی
یا شفیع الوریٰ سلام علیک

شافعِ حشر اور کوئی نہیں
آپ کے ماسوا سلام علیک

یہ رؤفِ سیہ کار تو ہے
درِ شہ کا گدا سلام علیک

محمدؐ صدرِ بزمِ انبیا ہیں
محمدؐ سرپرستِ اولیا ہیں

نہ گھبرائیں گنہگارانِ امت
محمدؐ شافعِ روزِ جزا ہیں

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ
یہ دل کیا جان سے اُن پر فدا ہیں

عزیزو دیکھ کر اپنا سراپا
کہیں کیونکر ہم اُنکی خاکِ پا ہیں

گزارش ہے ہماری ایک تجھ سے
تجھی سے ملتجی ہم اے صبا ہیں

حریمِ ناز کے پردے اٹھا دے
جہاں وہ جانِ جاں رونق فزا ہیں

دکھا دے ان کا نورانی سراپا
بہت بیتاب مشتاقِ لقا ہیں

ہمیں ہے صرف اتنا عرض کرنا
کہ آقا آپ ہم سے کیوں خفا ہیں

زباں سے اپنی کہہ سکتے نہیں ہم
کہ ہم کس کس بلا میں مبتلا ہیں

یہ ہے سب سے بڑا رونا ہمارا
کہ ہم اس دور میں بے دست و پا ہیں

ہے اپنی لغزشوں کا ہم کو اقرار
ہم اے سرکار سرتاپا خطا ہیں

قصوروں کو ہمارے عفو کیجئے
کہ حضرت آپ رحمت کی گھٹا ہیں

رؤف اس کا تہہ دل سے یقیں رکھ
محمدؐ دافعِ کرب و بلا ہیں

سنیں گے وہ یقیناً تیری فریاد
محمدؐ بینواؤں کی صدا ہیں

یہاں بھی وہ کسی کو بھیجدیں گے
محمدؐ مالکِ ملکِ خدا ہیں

کیا کہوں کیسے تھے اندازِ ادائے مصطفیٰ ﷺ
دل تڑپ کر رہ گیا جب یاد آئے مصطفیٰ ﷺ

حق نے اُن کے واسطے دونوں جہاں پیدا کیے
کون آنکھوں میں سمائے ماسوائے مصطفیٰ ﷺ

آئے معراج کی شب دیکھئے اُن کا عروج
عرشِ اعظم آ رہا ہے زیرِ پائے مصطفیٰ ﷺ

سر کی یہ حسرت کہ اُن کے نام پر قربان ہو
دل کا یہ ارماں کہ ہو جاؤں فدائے مصطفیٰ ﷺ

آنکھ میں لگتے ہی سیرِ لامکاں کرنے لگوں
اے صبا لا دے ذرا سی خاکِ پائے مصطفیٰ ﷺ

دیکھ ملتا ہے کِسے زاہد نشانِ کوئے دوست
تو رضائے حق طلب کر میں رضائے مصطفیٰ ﷺ

پہلے اُن کے آستاں پر جبہہ سائی کیجئے
آشنائے حق نہیں نا آشنائے مصطفےٰؐ

خود بخود ہو جائے گا نورِ حقیقت جلوہ گر
آپ روشن تو کریں شمع ولائے مصطفےٰؐ

یا الٰہی رحم فرما میرے حالِ زار پر
بخشدے میری خطاؤں کو برائے مصطفےٰؐ

احترامِ اولیا ہے فرض میرے واسطے
اولیاء اللہ ہیں زیرِ قبائے مصطفےٰؐ

پردۂ غفلت اٹھا کر گوشِ دل سے سُن رؤفؔ
آرہی ہے اب بھی کانوں میں صدائے مصطفےٰؐ

کاش میری ناکامی میرے کام آجائے
آپ کے غلاموں میں میرا نام آجائے

خوش نصیب سمجھونگا خود کو میں اگر مجھ سے
بزمِ نعتِ سرور کا اہتمام آجائے

پیش کر محبت سے تحفۂ درود اُن پر
جب زبان پر تیری اُن کا نام آجائے

رحمتِ دو عالم خود جو نظام لائے تھے
پھر عمل کی دنیا میں وہ نظام آجائے

رات دن پلٹ آئیں ان کے عہدِ زریں کے
پھر وہ صبح آجائے پھر وہ شام آجائے

وقتِ جاں کنی میری مشکلیں ہوں یوں آساں
دفعتہً مرے لب پر اُن کا نام آجائے

اب قدم نہیں اُٹھتے راہِ عشق میں یارب
اب تو جس کی حسرت ہے وہ مقام آجائے

کیا تجھے گوارا ہے تری بزم سے ساقی
اک رؤفؔ ہی تنہا تشنہ کام آجائے

السلام اے سرورِ دنیا و دیں — السلام اے رحمۃ اللعالمیں
السلام اے شافعِ روزِ جزا — السلام اے تاجدارِ ھل اتیٰ
السلام اے دردِ دل کے چارہ گر — السلام اے مرہمِ زخمِ جگر
بے سہاروں کے سہارے السلام — اے مری آنکھوں کے تارے السلام
السلام اے خانۂ دل کے مکیں — السلام اے راحتِ جانِ حزیں
السلام اے مقتدائے مرسلاں — السلام اے خاتمِ پیغمبراں
میرے والی میرے مولا السلام — میرے مالک میرے آقا السلام
السلام اے افتخارِ انبیا — السلام اے سرپرستِ اولیا
السلام اے مخزنِ صدق و صفا — السلام اے معدنِ صبر و رضا
صاحبِ تاجِ شفاعت السلام — پیکرِ مہر و محبت السلام
السلام اے سرورِ اُمی لقب — السلام اے دافعِ رنج و تعب
السلام اے کاشفِ اسرارِ حق — السلام اے واقفِ اسرارِ حق
اے مرے ملجا و ماویٰ السلام — اے شبِ اسرا کے دولہا السلام
السلام اے اولِ بنیادِ خلق — السلام اے باعثِ ایجادِ خلق

السلام اے حضرت خیر البشر
اس رؤفِ زار پر بھی اک نظر

نہ کرتا خالقِ اکبر محمدؐ کو اگر پیدا
نہ ہم ہوتے نہ تم ہوتے نہ ہوتے بحر و بر پیدا

اُنھیں کی ذاتِ اقدس باعثِ ایجادِ عالم ہے
اُنھیں سے شام کی ہستی اُنھیں سے ہے سحر پیدا

کواکب نور سے ان کے ثوابت نور سے اُن کے
اُنھیں کے نور سے حق نے کئے شمس و قمر پیدا

محمد مصطفےٰؐ دنیا میں جب تشریف لے آئے
تو نصرت کو ہوئے اُن کی ابو بکرؓ و عمرؓ پیدا

کچھ اس صورت سے دنیا میں بہارِ جاں فزا آئی
جگر کے زخم غائب مرہمِ زخمِ جگر پیدا

ہماری رہ نمائی کے لئے حکمت یہ فرمائی
ہمیں میں سے کیا اللہ نے اک دیدہ ور پیدا

تمرؔ کر دیئے دو جس نے انگلی کے اشارے سے
ہوا ہے اور نہ ہو گا حشر تک ایسا بشر پیدا

مرے دل میں بھی مسکن ہے مدینے میں بھی رہتے ہیں
وہ ہیں دونوں جگہ یکساں اِدھر پنہاں اُدھر پیدا

یہاں سے جب بھی گھبراؤں چلا جاؤں چلا آؤں
مدینے کے لئے ہو ایسی کوئی رہ گذر پیدا

مدینے جا کے میں بھی روضہ اقدس کے بوسے لوں
الٰہی غیب سے ہو جائے سامانِ سفر پیدا

اگر تو حق کا جویا ہے تو اے اللہ کے بندے
حبیبِ حق محمد مصطفےٰ سے چاہ کر پیدا

تمنا ہے اگر ان کی تو یہ تدبیر کر زاہد
کسی عاشق سے اُن کے پہلے رسم و راہ کر پیدا

بتا تو نے کبھی اس امر کی بھی جستجو کی ہے
ہوا ہے کس لئے دنیا میں تو اے بے خبر پیدا

الٰہی عہدِ زرینِ رسالت عود کر آئے
ترے قرباں کر دے پھر وہی شام و سحر پیدا

وہی دن ہوں وہی راتیں وہی چرچے وہی باتیں
وہی شوکت پھرے پھر ہوں وہی اہلِ نظر پیدا

وہی دارین میں اِس بینوا کی لاج رکھے گا
رؤفِ زار کو جس نے کیا ہے بے ہُنر پیدا

خوفِ محشر ہے جانکاہ لیکن یا نبی تم شفیع الوریٰ ہو
کیوں نہ رہ رہ کے تم کو پکاروں میری کشتی کے تم ناخدا ہو

تم تو ہو اے شہنشاہِ والا میرے تاریک گھر کا اُجالا
تم مرے رنج و غم کا مداوا تم مرے دردِ دل کی دوا ہو

تم خدا کے خدائی تمہاری بادشاہی گدائی تمھاری
تم ہی ہر حُسن کی ابتدا تھے تم ہی ہر حُسن کی انتہا ہو

ہر طرف عالمِ جانکنی ہے داستاں میری ناگفتنی ہے
سارا عالم ہے میرا مخالف تم جو سرکار مجھ سے خفا ہو

میرے آقا ترس کھائیے گا نزع کے وقت آجائیے گا
میری امداد فرمائیے گا جب نکیرین کا سامنا ہو

آستانے پہ ہے اک بھکاری جسکی آنکھوں سے ہیں اشک جاری
آپکی مصطفائی کا صدقہ بھیک داتا اِسے بھی عطا ہو

میری بے چینیاں بھی مٹا دو قیدِ غم سے مجھے بھی چھڑا دو
میری مشکل بھی مشکل ہے کوئی تم تو عالم کے مشکل کشا ہو

آپ کی بخشش خسروانہ کیوں نہ حسرت سے دیکھے زمانہ
آپ سا دینے والا ہو کوئی کوئی میری طرح مانگتا ہو

من رآنی کے معنی سمجھ لو دیکھ لو غور کر لو پرکھ لو
اُن کے روئے مصفّا کو دیکھے حق کی صورت جسے دیکھنا ہو

راہ میں ان کی مرتے نہیں ہم جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں ہم
قہر سے حق کے ڈرتے نہیں ہم دیکھئے اس کا انجام کیا ہو

بے کسوں بے بسوں کے سہارے میرے مولیٰ سوائے تمہارے
حشر میں کون ہے جو معاونِ اس رؤفِ سیہ کار کا ہو

ادائے خاص سے رسوائے عام آتا ہے
ادب سے لیتا ہوا ان کا نام آتا ہے

زمیں سے عرشِ بریں تک اور ایک ساعت میں
بتائیے کسے ایسا خرام آتا ہے

شہنشہی کے لئے عدل گستری کے لئے
نظر میں صرف اُنھیں کا غلام آتا ہے

ہر ایک امر میں لازم ہے اتباعِ رسولؐ
یہی عمل ہے جو مومن کے کام آتا ہے

نسیم صبح شہیدانِ ناز میں اُن کے
مجھے بتا کہیں میرا بھی نام آتا ہے

ہٹو بچو کی صداؤں کا غل ہے محشر میں
غلامِ حضرتِ خیر الانام آتا ہے

یہ صرف میرے مقدر کی کھوٹ ہے ورنہ
درِ نبیؐ پہ تو ہر خاص و عام آتا ہے

ہیں حاضری کے شرف سے ہوں آج تک محروم
پیام آپ کا دنیا کے نام آتا ہے

مریضِ ہجر کو صورت ذرا دکھا دیتے
زباں پہ آپ کا رہ رہ کے نام آتا ہے

چل اے رؤفؔ مدینے مگر سوال تو ہے
تجھے سلیقہ ادب احترام آتا ہے

زہے قسمت یہ بزمِ نعتِ سرکارِ رسالت ہے
خوشا وہ لوگ جنکے دم سے اِس محفل کی زینت ہے

محمدؐ مصطفےٰ کی ذات حق کی وہ عنایت ہے
کہ جو کچھ بھی نظر آتا ہے سب انکی بدولت ہے

نہیں توصیف ممکن اس سراپا قدس کی مجھ سے
ہے میرا علم کتنا اور کیا میری لیاقت ہے

زبانِ عشق تو اُن کو بشر کہنے سے ہے قاصر
بس اب اللہ جانے کیا محمدؐ کی حقیقت ہے

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی کنیزوں میں
صداقت ہے عدالت ہے سخاوت ہے شجاعت ہے

صحابہؓ آپ کے جتنے ہیں سرکا تاج ہیں میرے
مجھے اولاد سے بھی اُنکی اتنی ہی عقیدت ہے

گنہگارانِ اُمت ہو رہے ہیں خلد میں داخل
شفاعت ہو رہی ہے جوش پر دریائے رحمت ہے

حبیبِ حق کی ناراضی حبیبِ حق کی خوشنودی
اُدھر جاؤ تو دوزخ ہے اِدھر آؤ تو جنت ہے

الٰہی رحم فرما اُمتِ مرحوم پر اُن کی
نکوکاروں کی قلت ہے سیہ کاروں کی کثرت ہے

ہمیں غیروں سے الفت ہے ہم اپنوں سے ہیں بیگانے
محبت جن سے کرنا چاہیئے اُن سے عداوت ہے

غلامانِ نبی کا شائبہ تک بھی نہیں ہم میں
نہ عادت ہے نہ خصلت ہے نہ صورت ہے نہ سیرت ہے

رؤفؔ اعمال تو ہرگز کسی قابل نہیں تیرے
اگر وہ بخشدے تجھ کو تو یہ اُس کی عنایت ہے

اللہ کے کرم کی اک شان ہیں محمدؐ
اللہ کا جہان پر احسان ہیں محمدؐ

تم کہہ رہے ہو عالم کی جان ہیں محمدؐ
میں کہہ رہا ہوں میرا ایمان ہیں محمدؐ

عقلِ بشر سمجھ لے اُن کو ہے غیر ممکن
یوں دیکھنے میں تو اک انسان ہیں محمدؐ

جس کے بھی گھر میں بزمِ میلاد منعقد ہو
اُسکے یہاں سمجھ لو مہمان ہیں محمدؐ

ہے سلطنت حکومت اللہ کی بلا شک
دونوں جہاں کے لیکن سلطان ہیں محمدؐ

دنیا میں اُن کے باعث بنتے ہیں کام میرے
محشر میں مغفرت کا سامان ہیں محمدؐ

اللہ نے دو عالم ان کے سبب بنائے
دیباچۂ قضا کا عنوان ہیں محمدؐ

جائے رؤفؔ کیوں کر اس آستاں سے اُٹھ کر
اس پر تمھارے لاکھوں احسان ہیں محمدؐ

صدیقؓ راہبر ہیں رسولِ خدا کے بعد
آئیگا اب نہ کوئی نبی مصطفےٰ کے بعد

دانائے رازِ کُن فیکون جانِ کائنات
سب کچھ مرے رسول ہیں لیکن خدا کے بعد

اس کے تو دو ہوئے مری آنکھوں کے سامنے
یہ بدر رہے مگر مرے بدرالدجےٰ کے بعد

دنیا پہ ایسی بارشِ رحمت نہیں ہوئی
خیرالوریٰ سے پہلے نہ خیرالوریٰ کے بعد

ہے مغفرت تو امتِ عاصی کی تاک میں
غفارِ حق ہے شافعِ روزِ جزا کے بعد

رکھتا ہوں میں تو فرقِ مراتب نگاہ میں
نعتِ رسولؐ ہوتی ہے حمدِ خدا کے بعد

نوح و خلیل، موسیٰ عمراں ابوالبشر
سب محترم مگر شہِ ہر دوسرا کے بعد

اصحاب و اہلِ بیت کی توصیف کیا لکھوں
افضل ترینِ خلق رسولِ خدا کے بعد

ہو خاتمہ بخیر محمدؐ کے دین پر
کیا اور مانگنا ہے مجھے اس دعا کے بعد

منصب ہے اُن پہ ختمِ نبوت کا اے رؤف
ہر مدعی غلط ہے شہِ دوسرا کے بعد

دلوں کا چین آنکھوں کی ضیا ہیں
محمدؐ کیا بتاؤں میں کہ کیا ہیں

کوئی حاجت ہو وہ حاجت روا ہیں
کوئی مشکل ہو وہ مشکل کشا ہیں

محمدؐ سیّد و سردارِ عالم
محمدؐ مصطفےٰ ہیں مجتبےٰ ہیں

اک ادنیٰ سی صفت تو اُن کی یہ ہے
کہ تخلیقِ دو عالم کی بِنا ہیں

محمدؐ جان ہیں شمس و قمر کی
محمدؐ رونقِ ارض و سما ہیں

محمدؐ شاہکارِ صنعتِ حق
محمدؐ رازدارِ کبریا ہیں

محمدؐ حُسن ہیں دونوں جہاں کا
محمدؐ زینتِ عرشِ عُلا ہیں

محمدؐ نغمۂ سازِ محبّت
محمدؐ چشمۂ مہر و وفا ہیں

محمدؐ کوہِ عزم و استقامت
محمدؐ پیکرِ صبر و رضا ہیں

محاسن اُنکے میں کیا کیا گِناؤں
وہ ساری خوبیوں کی انتہا ہیں

محمدؐ کی حقیقت کون سمجھے
وہ جانیں جو حقیقت آشنا ہیں

رؤفؔ زار اُن کی مدح اور تو
ترے ادراک سے وہ ماورا ہیں

شریعت نام ہے جس کا رہِ رشد و ہدایت ہے
جسے اسلام کہتے ہیں سراسر دینِ فطرت ہے

شریعت پر ہمیشہ چاہیئے ثابت قدم رہنا
طریقت بھی اُسی کی ہے جو پابندِ شریعت ہے

محمدؐ درحقیقت باعثِ ایجادِ عالم ہیں
خدا کے بعد ہر ہر فرد پر ان کو فضیلت ہے

ہمارا ناک میں دم ہے شرارت سے تری واعظ
یہ تیرے روز کے فتوے یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے

نہیں ہے تو نہ ہو گر اولیاء اللہ کا قائل
تجھے ان سے عداوت ہے مجھے اُن سے محبت ہے

کہا ہے حق نے اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ شان میں اُن کی
یہ افسانہ نہیں ہے مصحفِ حق کی تلاوت ہے

مجھے اللہ ان کے راستہ پر گامزن کر دے

نہ کوئی میرا ارماں ہے نہ کوئی میری حسرت ہے

زمانہ درس لیتا ہے مقابر کی زیارت سے

مزاروں سے عقیدت مذہب اہل طریقت ہے

جو ممکن ہو تو بزمِ نعت خوانی میں چلے آنا

وہ جلسہ میرے اک شیخِ طریقت کی کرامت ہے

اُسے ہوتے ہوئے اب ہو چکے باون برس پورے

میں ویسے ہی نہیں کہتا یہ تاریخی شہادت ہے

یقیں آتا نہ ہو تم کو اگر میری گذارش پر

تو آکر دیکھ لو سالِ بنا زیبِ عمارت ہے

رؤفؔ اِس بزمِ نعتِ سرورِ عالم سے ہر ہفتے

مری تفریح میرے دل کے بہلانے کی صورت ہے

ہر بینوا کے گھر کا سامان ہیں محمدؐ
ہر درد کی دوا کا امکان ہیں محمدؐ

میرے لئے تو حق کا فرمان ہیں محمدؐ
تفسیر ہیں محمدؐ قرآن ہیں محمدؐ

اک جانِ زار کا غم میں کیا کروں کہ تم پر
ایسی ہزار جانیں قربان ہیں محمدؐ

کیا شان ہے تمہاری کیا مرتبہ تمہارا
جبریل تک تمہارے دربان ہیں محمدؐ

جنگل کے جانور تک لیتے ہیں دام اُن سے
اخلاقِ ایزدی کی اک کان ہیں محمدؐ

تفسیر مَن رَآنی پڑھ کر یقیں آیا
ذاتِ اَحد کی گویا پہچان ہیں محمدؐ

اللہ تیرے صدقے اُن سے مجھے مِلا دے
لے دیکھے ایک دل کا ارمان ہیں محمدؐ

مفتی سے لو یہ فتویٰ مومن ہوں میں کہ کافر
خلوتکدہ میں دل کے مہمان ہیں محمدؐ

کیا فکر کھا رہی ہے اب اے رؤفؔ تجھ کو
تیرے تو ہر مرض کا درمان ہیں محمدؐ

جسے لگاتے ہی بندہ خدا سے ملتا ہے
وہ سرمہ خاکِ درِ مصطفا سے ملتا ہے

نہ زہد سے نہ ترے اتقا سے ملتا ہے
درِ جناں درِ فضلِ خدا سے ملتا ہے

فروتنی سے ملو جب ملو غریبوں سے
سبق یہ سیرتِ خیر الوریٰ سے ملتا ہے

عروج دین میں دنیا اور عقبیٰ میں
دوامِ پیروی مصطفا سے ملتا ہے

مری زبان ہے اس کے بیان سے قاصر
صلہ جو نعتِ نبی کا خدا سے ملتا ہے

ہے دینے والا مرا رب ہر ایک کو لیکن
مرے رسولؐ کے دستِ عطا سے ملتا ہے

خدا کی دید ہے محبوبِ کبریا کی دید
خدا سے ملتا ہے جو مصطفاؐ سے ملتا ہے

نظر کا نور وفا کا شعور دل کا سرور
حضورؐ آپ کی اِک اِک ادا سے ملتا ہے

قرار آئے گا دل کو مدینہ جا کر ہی
علاجِ غم اُسی دار الشفا سے ملتا ہے

تلاش ہوتی ہے جس کو بھی سرِّ حق کی رؤفؔ
خدا سے پہلے حبیبِ خدا سے ملتا ہے

مے عشقِ نبیؐ سے بھر کے دیدے ایک پیمانہ
قیامت تک رہے آباد ساقی ترا میخانہ

حریمِ قدس کو اُن کے بُہاروں اپنی پلکوں سے
دلِ صد چاک سے زلفِ معنبر میں کروں شانہ

اُنہیں کی یاد ہو دل میں انہیں کا ذکر ہو لب پر
کبھی صورت کی عکاسی کبھی سیرت کا افسانہ

قدومِ ناز کا صدقہ تھا یہ ختمِ رسالتؐ کے
گلستانِ محبت بن گیا دنیا کا ویرانہ

دکھا کر دینِ حق کا راستہ سرکارِ طیبہ نے
بشر کو کر دیا آلایشِ باطل سے بیگانہ

زہے فیضِ عمیم اُن کا زہے خُلقِ عظیم اُنکا
ہیں سرکش خدمتِ اقدس میں حاضر سرفروشانہ

بتاؤں حال میں کیا تمکو اُن کے جاں نثاروں کا
کوئی زلفوں کا سودائی کوئی صورت کا دیوانہ

ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی یہ صورت تھی
کہ اِن میں سے ہر اک شمعِ رسالت کا تھا پروانہ

نہو حُبِّ نبی جب تک کبھی افزوں جان سے اپنی
سمجھ لو ناتمکمل ہے غمِ الفت کا افسانہ

اِسی سے جان لو شیخینؓ افضل ہیں صحابہؓ میں
میسر تا قیامت ہے اُنھیں پہلوئے جانانہ

شفیعِ حشر سُن لو رحمۃ للعالمین سُن لو
بڑا پُر درد ہے اِس دور میں اُمت کا افسانہ

ہمیں معلوم ہیں سب آپ کے انداز یا حضرت
رحیمانہ کریمانہ مسیحانہ خلیلانہ

رؤفؔ اُس آستاں سے بھیک اس صورت سے ملتی ہے
صدا جب دو تو صورت بھی بنا لینا فقیرانہ

مالک جزو و کل بندۂ حق نما سرورِ انبیا سرورِ انبیا

پیشوائے رُسل مظہرِ کبریا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

ہم پہ احسانِ ربِّ قدیر آپ ہیں بے عدیل آپ ہیں بے نظیر آپ ہیں

آپ کی مثل کوئی نہیں دوسرا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

آپ سے ایسی بادِ بہاری چلی کھل گئی سارے عالم کے دل کی کلی

آپ سے رحمتِ حق کا در کھُل گیا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

ہے سب ارض و سما میں ظہور آپ کا جلوہ گر چاند تارو ثمیں نور آپکا

آپ ہیں جگ کے ظلمت کدے کا دیا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

زندگی کے مراحل ہوں یا موت ہو پُل ہو میزان ہو قبر ہو حشر ہو

ہر جگہ سر پہ سایہ رہے آپ کا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

آپ فرمائیں گے کیسے آنا ہوا میں کہونگا کہ اے شاہِ ہر دوسرا

کام ہے اور کیا مانگنے کے سوا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

جب مدینے کو رخصت ہوا قافلہ دل بھی اس بھیڑ کے ساتھ ہی ہو لیا
میں اکیلا کھڑا دیکھتا رہ گیا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

شورِ صلِ علیٰ کا بھی ہوتا رہے داغ عصیاں کے یہ شغل دھوتا رہے
ذکر جب تک بھی جاری رہے آپ کا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

اور کوئی ستم اب گوارا نہیں ضبط کرنیکا اب ہم کو یارا نہیں
ہم پہ بیداد کی ہو چکی انتہا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

ہر طرف ہے بپا شورِ آہ و بکا ہر طرف سے یہی آ رہی ہے صدا
دردِ دل کی دوا دردِ دل کی دوا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

اپنی فرقت میں اتنا نہ تڑپائیے آئیے آپ یا اس کو بلوائیے
ہو رؤف آپ پر جان و دل سے فدا سرورِ انبیا سرورِ انبیا

نمازِ پنج گانہ کا جو عامل ہو نہیں سکتا
وہ صوفی بن نہیں سکتا وہ کامل ہو نہیں سکتا

تعالی اللہ یہ رعب و جلال و جاہِ پیغمبر
فرشتہ بے اجازت گھر میں داخل ہو نہیں سکتا

نہیں جس سر میں سودائے نبی وہ سر نہیں ہرگز
نہیں جس دل میں اُنکی آرزو دل ہو نہیں سکتا

جسے آٹھوں پہر خوانِ کرم سے اُن کے ملتا ہو
کسی کے در پہ جا کر ہو وہ سائل ہو نہیں سکتا

یہ جسمِ زار کیا اے قادرِ مطلق ترے ہوتے
مدینے تک پہنچ جانے کے قابل ہو نہیں سکتا

غلامانِ نبی ہی وارثِ خلدِ بریں ہوں گے
مخالف آپ کا جنت میں داخل ہو نہیں سکتا

علی مرتضیٰ سا فاتحِ خیبر نہیں ممکن
کوئی فاروق سا دنیا میں عادل ہو نہیں سکتا

کوئی عثمان ذی النورین کا ثانی ارے توبہ
کوئی صدیق رضؓ کا مدِ مقابل ہو نہیں سکتا

بغیرِ رہبرِ راہِ طریقت حق کا مل جانا
تری منطق کا زاہد میں تو قایل ہو نہیں سکتا

نہ حق کی معرفت اصلاً نہ علمِ ذاتِ پیغمبر
رؤفؔ زار سا بھی کوئی جاہل ہو نہیں سکتا

چشمِ گریاں اُنھیں اس طرح منایا ہوتا
تونے اشکوں کی جگہ خوں بہایا ہوتا

وہ ترس کھا کے مدینے مجھے بلوا لیتے
قاصد اس طرح مرا حال سنایا ہوتا

بادشاہی کو نہ ہم اپنی نظر میں لاتے
اُن کا جلوہ اگر آنکھوں میں سمایا ہوتا

دیکھتی چشمِ فلک اس کو زمیں پر پامال
کیسے ممکن تھا کہ سرکار کا سایا ہوتا

میرے مولےٰ مجھے آنکھیں جو عنایت کی تھیں
اپنے محبوب کا روضہ بھی دکھایا ہوتا

واسطہ سرورِ کونین کا اے غیرتِ حق
ہم پہ اغیار کو اتنا نہ ہنسایا ہوتا

دین و ایمانِ رؤف آپ کے قدموں پہ نثار
اس کے ویرانۂ دل کو بھی بسایا ہوتا

آپ کی بندہ نوازی سے تو کچھ دور نہیں
ہاں بلانا ہی مرا آپ کو منظور نہیں

کونسی ایسی خطا ہے مری فرمایئے تو
بندۂ عشق ہوں سرکش نہیں مغرور نہیں

آپ ہیں مالکِ کونین شفیعِ محشر
اور ہیں جس کو کسی طرح کا مقدور نہیں

آپ سا تو کوئی خالق نے کیا ہی نہیں خلق
آپ تو احمدِ مختار ہیں مجبور نہیں

اُن سے شکوہ کبھی بھولے سے نہ کرنا اے دل
سالکانِ رہِ الفت کا یہ دستور نہیں

مردِ مومن کی تجھے شان بتاؤں ہمدم
کبھی شاکی نہیں نالاں نہیں رنجور نہیں

عاشقانِ شہِ والا کی نشانی یہ ہے
اُنھیں منظور نہیں جو اِنھیں منظور نہیں

جس سے اصحاب نے کونین میں دارائی کی
وہ مے حُبِ نبی تھی مے انگور نہیں

خال ہی خال کو ملتی ہے یہ دولت زاہد
مذہبِ عشقِ نبی ملّتِ جمہور نہیں

میں ہی کیا حضرتِ موسیٰ بھی فرمائیں گے
آج مرکز ہے مدینہ جبلِ طور نہیں

سگِ درگاہ رؤف آپ کا مجرم قیدی
آپ کے سامنے موجود ہے مفرور نہیں

وہ جانِ کائنات وہ جانانِ کائنات
وہ دینِ کائنات وہ ایمانِ کائنات
بیمار اُن کے نبض شناسانِ کائنات
اُن کے غلام خاصہ خاصانِ کائنات
اُن کا خیال راہِ حقیقت کا رہنما
اُن کا جمال شمعِ شبستانِ کائنات
صورت کی ہے مثال نہ سیرت کا ہے جواب
بے مثل و بے عدیل ہیں وہ جانِ کائنات
دیکھا جو حق نے خلق کا حالِ تباہ و زار
بھیجا بنا کے آپ کو درمانِ کائنات
لائیں وہ رُخ وہ قد وہ کمر وہ قدومِ ناز
آئیں مقابلہ میں حسینانِ کائنات

اجمیر چل کے شانِ ولایت ہی دیکھ لو
آتے ہیں بھیک مانگنے شاہانِ کائنات
ہر گام پر کلامِ الٰہی سے لو سبق
روشن ہے ایک مشعلِ عرفان کائنات

وہ فخرِ کائنات تھے کیوں بوریا نشیں
کچھ سوچتے یہ تختِ نشینانِ کائنات
حیرت سے اُن کو دیکھ کے پوچھیں گے اہلِ حشر
یہ ہیں بلال یا مہِ کنعانِ کائنات

شاہا خبر اب امتِ عاصی کی لیجئے
بل کھا رہی ہے زلفِ پریشانِ کائنات
ہم کو تو اُن کی زلف کا سودا ہے اس لئے
وہ ہیں رؤف خسروِ خوبانِ کائنات

وہ مشتِ خاک سے کہدیں تو دم میں زر ہو جائے
نظر وہ جس پہ کریں صاحبِ نظر ہو جائے

خوشا وہ درد کہ جس درد کا نبی ہوں علاج
زہے وہ چشم جو ہجرِ نبی میں تر ہو جائے

رہِ حیات میں وہ رہنما رہیں میرے
تمام عمر اسی شان سے بسر ہو جائے

غمِ فراق کے مارے ہوؤں میں ہم بھی ہیں
ہماری شامِ جدائی کی بھی سحر ہو جائے

کتابِ عشقِ نبی کا جو اک سبق پڑھ لے
وہ ذرّہ ذرّہ سے عالم کے باخبر ہو جائے

وفا شعاروں میں حضرت کے میرا حشر بھی ہو
مجھے بھی عشقِ شہنشاہِ بحر و بر ہو جائے

قصور ہو کوئی سہواً تو کوئی بات نہیں
خطا کوئی دلِ ناداں نہ جان کر ہو جائے

میں مانگتا ہی نہیں اور کوئی شے آقا
فقط دعاؤں میں پیدا مری اثر ہو جائے

ہے ذرّہ ذرّہ پہ عالم کے آپ کا احساں
رؤف زار پہ بھی کاش اک نظر ہو جائے

صوفیِ باصفا غریب نواز — خضرِ راہِ وفا غریب نواز
بحرِ جود و سخا غریب نواز — کوہِ صبر و رضا غریب نواز
آپ کے آستاں سے پاتے ہیں — بھیک شاہ و گدا غریب نواز
سیکڑوں آپ کی توجہ سے — بن گئے اولیا غریب نواز
آپ کے دم سے دینِ احمد کا — بول بالا ہوا غریب نواز
آپ نے جسپہ کی نگاہِ کرم — ہو گیا آپ کا غریب نواز
شان تم نے نبی کی دکھلادی — مرحبا مرحبا غریب نواز
ہر طرف ہم پہ دین کے دشمن — کر رہے ہیں جفا غریب نواز
اب تو اغیار کے مظالم کی — ہو گئی انتہا غریب نواز
کہیں یہ تو نہیں کہ تم ہم سے — ہو گئے ہو خفا غریب نواز
ہم کو یہ اعتراف ہے دل سے — ہے ہماری خطا غریب نواز
آپ کی راہ چھوڑ دی ہم نے — ہے یہ اسکی سزا غریب نواز
ہم غریبوں کی لاج رکھ لیجئے — ہے لقب آپکا غریب نواز
آپ ہندوستاں کے والی ہیں — ہند ہے آپ کا غریب نواز
راجدھانی ہے آپ کی اجمیر — میرا دارالشفا غریب نواز
دیجئے اب ہمیں خدا کے لئے — درد دل کی دوا غریب نواز

در پہ حاضر رؤفِ زار بھی ہے
اک غلام آپ کا غریب نواز

۱۔ افتخارِ انبیا مولےٰ علی مشکل کشا
اے صدر بزمِ اولیا مولےٰ علی مشکل کشا

آئینۂ صدق و صفا مولےٰ علی مشکل کشا
گنجینۂ مہر و وفا مولےٰ علی مشکل کشا

دستِ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کے قلب و جگر
جانِ محمدؐ مصطفےٰ مولےٰ علی مشکل کشا

زوجِ بتولِ خوش سیر خالق کے منظورِ نظر
مخلوق کے حاجت روا مولےٰ علی مشکل کشا

ہر سو ہے چرچا آپ کا عالم ہے شیدا آپ کا
بجتا ہے ڈنکا آپ کا مولےٰ علی مشکل کشا

تعریف کیا لکھے کوئی توصیف کی حد ہو گئی
تم ہو نصیری کے خدا مولےٰ علی مشکل کشا

ہم نام لیوا آپ کے مایوس سے مجبور سے
ہیں ہند میں بے دست و پا مولےٰ علی مشکل کشا

شیعہ ہے سُنی سے خفا سُنی کو شیعہ سے گلہ
بھائی سے بھائی ہے جدا مولےٰ علی مشکل کشا

بس نام کے خادم ہیں ہم بے انتہا نادم ہیں ہم
اب عفو کر دیجئے خطا مولےٰ علی مشکل کشا

ہو نٹوں پہ جان زار ہے جینا بہت دشوار ہے
ہے آہ آہِ نارسا مولےٰ علی مشکل کشا

منزل سے کوسوں دور ہوں معذور ہوں مجبور ہوں
مشکل کشا مشکل کشا مولےٰ علی مشکل کشا

عصیاں کا ہے خوف و خطر انجام سے لگتا ہے ڈر
اِس درد کی دیجئے دوا مولےٰ علی مشکل کشا

حد سے فزوں ہے تشنگی دو ایک جامِ آگہی
بہرِ شہیدانِ وفا مولےٰ علی مشکل کشا

چلمن ذرا سرکاؤ نا صورت ذرا دکھلاؤ نا
ہوں جان و دل تم پر فدا مولےٰ علی مشکل کشا

خوب آپ کو معلوم ہے دیدار سے محروم ہے
اب تک رؤفِ بینوا مولےٰ علی مشکل کشا

ازل سے ہوں میں دیوانہ معین الدین چشتیؒ کا
مرے لب پر ہے افسانہ معین الدین چشتیؒ کا

مے حُبِّ نبی پی پی کے زاہد مست رہتا ہوں
لگا ہے منھ سے پیمانہ معین الدین چشتیؒ کا

وہ دیکھو سامنے دونوں ہیں مکہ بھی مدینہ بھی
نظر میں ہے جلو خانہ معین الدین چشتیؒ کا

قیامت تک اسی انداز سے اے قادرِ مطلق
رہے آباد میخانہ معین الدین چشتیؒ کا

ہزاروں مانگنے والے کھڑے ہیں آستانہ پر
زہے دربار شاہانہ معین الدین چشتیؒ کا

نبی کا عشق ہے الفت معین الدین چشتیؒ کی
خدا کا گھر ہے کاشانہ معین الدین چشتیؒ کا

خدا کو یاد کرتا ہے نبی کے رخ پہ مرتا ہے
رؤفِ زار دیوانہ معین الدین چشتیؒ کا

مخمسات

تڑپنا ہائے بیتابانہ دل کا کبھی مرنا کبھی جی جانہ دل کا
سُناؤں کیا تمھیں افسانہ دل کا بسا دو تم اگر کاشانہ دل کا
تو بن جائے چمن ویرانہ دل کا

نہ کوئی احتیاطِ فسق و بدعت نہ کوئی جذبۂ دردِ محبت
نہیں ہے دل کشی کی کوئی صورت کروں کیا پیش اے نازِ رسالت
ترے قابل نہیں نذرانہ دل کا

اب آکر دیکھ لو بیمارِ غم کو مریضِ دردِ فرقت کی دوا ہو
لبِ جاں بخش سے تسکیں دیدو خدا کے واسطے جلدی خبر لو
بس اب لبریز ہے پیمانہ دل کا

تمھارے دم سے دلچسپی ہے اس میں بس اک تم سے دل آویزی ہے اس میں
مسرت اس میں ہے شادی ہے اس میں اگر تم ہو تو ہر خوبی ہے اس میں
نہیں ہو تم تو ہے ویرانہ دل کا

مجھے دردِ جدائی کی دوا دو مری کشتی کنارے سے لگا دو
نقابِ چہرۂ زیبا ہٹا دو ذرا بیمار کو صورت دکھا دو
اسی پر ختم ہے افسانہ دل کا

ہیں سب رازِ نہاں اب آشکارا نظر کے سامنے عالم ہے سارا
مری ٹھنڈک مری آنکھوں کا تارا ہوا ہے جب سے دل مسکن تمھارا
رونقِ زار ہے ویرانہ دل کا

نظر ہم خستہ حالوں کی حبیبِ کبریا پر ہے — نہ اپنی بے ریائی پر نہ اپنے اتقا پر ہے
شفاعت کا ہماری فیصلہ انکی رضا پر ہے — بھروسا عاصیوں کا شافعِ روزِ جزا پر ہے
ہمیں تو ناز جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ پر ہے

بھنورا اور کشتیٔ اعمال کا ٹوٹا ہوا لنگر — نہ کوئی حافظ و ناصر نہ کوئی مونس و یاور
بجز شرمندگی حاصل نہیں کچھ بھی سرِ محشر — وہی آخر ترس کھائیں گے اپنے نامرادوں پر
ہمیں تو ناز جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ پر ہے

نہ کی ماں باپ کی طاعت نہ حق اقربا سمجھے — نمازوں میں ریا شامل نہ روزے واقعی روزے
ہمارے کام جتنے تھے برائے نام تھے سارے — رؤف اعمال تو ہرگز کسی قابل نہیں اپنے
ہمیں تو ناز جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ پر ہے

دیگر

کوئی بے امرِ حق ایمان اُن پر لا نہیں سکتا — بغیر انکی رضا کے کوئی حق کو پا نہیں سکتا
یہ رشتہ باہمی فہم بشر میں آ نہیں سکتا — محمدؐ کون ہیں کیا ہیں کوئی بتلا نہیں سکتا
یہ ایسا راز ہے جس کو کوئی سمجھا نہیں سکتا

ہر اک کو حشر کے دن اپنی اپنی ہی پڑی ہوگی — نہ بیٹا باپ کا ہوگا نہ ماں کی کوئی بیٹی ہی
خلیل اللہ بھی ہونگے وہاں عیسیٰ بھی موسیٰ بھی — سرِ محشر نبی سب ہوں گے لیکن ہم غریبوں کی
سوائے آپ کے کوئی مدد فرما نہیں سکتا

مجھے معلوم ہیں خود ہی مرے افعال جیسے ہیں — زباں سے کیا کہوں اپنی کہ یہ ایسے ہیں وہ ویسے ہیں
بتاؤں کس طرح مولیٰ مرے اعمال کیسے ہیں — خطائیں ہیں تو ایسی ہیں معاصی ہیں تو ایسے ہیں
کہ صورت آپ کو یہ روسیہ دکھلا نہیں سکتا

کبھی آہیں کبھی نالے کبھی اشکوں کا دریا ہے — غرض جس وقت دیکھا ہے سراپا درد دیکھا ہے
عجب عالم میں رہتا ہے نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے — رکھیں جس حال میں سرکار بس وہ حال اچھا ہے
مریضِ غم کوئی شکوہ زباں پر لا نہیں سکتا

یہی وہ آستانہ ہے جہاں گویا ہوئے پتھر — یہیں فریاد اپنی لے کے آئے جانور اکثر
نہیں تھا فیض سے محروم کوئی کمتر و برتر — یہاں آئے ہیں حضرت رحمۃ اللعالمین سن کر
کبھی خالی نبیؐ کے در سے کوئی جا نہیں سکتا

نبیؐ کی آرزو نے جس کی قسمت کو جگایا ہو — دلِ مردہ کو جس کے اُن کی اُلفت نے جلایا ہو
نبیؐ کے عشق میں جس نے جگر پر داغ کھایا ہو — گلِ عارضِ نبیؐ کا جس کی آنکھوں میں سمایا ہو
نظر میں گلشنِ فردوس اُس کی آ نہیں سکتا

اِنھیں کی ذاتِ اقدس موردِ الطافِ باری ہے — اِنھیں کے فیض نے مخلوق کی بگڑی سنواری ہے
اِنھیں کے دم سے محشر میں امیدِ رستگاری ہے — اسی در کا بھکاری ہے اِسی در کا بھکاری ہے
رؤفؔ اِس آستانہ سے کہیں اب جا نہیں سکتا

تجھ سا جہان بھر میں نہ پاؤں تو کیا کروں　　قدموں پہ تیرے سر نہ جھکاؤں تو کیا کروں
الفت کا تیری گیت نہ گاؤں تو کیا کروں　　مرنے تری گلی میں نہ آؤں تو کیا کروں
بگڑی کو اپنی یوں نہ بناؤں تو کیا کروں

وہ ذات جو ازل سے ہے عالم میں انتخاب　　جلوے کی جسکے دہر میں لایا نہ کوئی تاب
دنیا میں جس کے حسن کا ممکن نہیں جواب　　ذرہ ہو جس کی مہر سے دم بھر میں آفتاب
ایسے حسیں سے دل نہ لگاؤں تو کیا کروں

تم آبروئے حسن ہو، ننگِ وفا ہوں میں　　تم چشمۂ حیات ہو موجِ فنا ہوں میں
تم عفوِ بے دریغ، سراپا خطا ہوں میں　　تم بادشاہ وقت ہو مسکیں گدا ہوں میں
سرکار تم سے نَو نہ لگاؤں تو کیا کروں

واقف ہو، دردمند ہو، دانائے راز ہو　　سب کا خیال رکھتے ہو گو بے نیاز ہو
دنیا میں ایک تم ہی تو بے کس نواز ہو　　تم ہی تو میرے درد کے اک چارہ ساز ہو
پھر تم کو حالِ دل نہ سناؤں تو کیا کروں

مانا کہ مجھ پہ ہوگا نہ کوئی عتاب بھی　　مانا کہ وہ طلب نہ کریں گے جواب بھی
مانا کہ میری سعی ہوئی کامیاب بھی　　مانا رؤف ہو گئے وہ بے نقاب بھی
جلووں کی اُن کے تاب نہ لاؤں تو کیا کروں

انبیا بھی ہیں پریشان رسولِ عربیؐ
بوالبشر تک ہیں پشیمان رسولِ عربیؐ
ساری مخلوق ہے حیران رسولِ عربیؐ
گرم ہے حشر کا میدان رسولِ عربیؐ
میں ہوں اس بھیڑ میں انجان رسولِ عربیؐ

میرے دل میں نہیں صد شکر کسی سے کینہ
صاف رکھتا ہوں اس آزار سے اپنا سینہ
دل ہے یا مصحفِ رخسار کا اک آئینہ
میرا مذہب ہے تصور میں تمہارے جینا
تم پہ مرنا میرا ایمان رسولِ عربیؐ

داستاں دردِ جدائی کی سناؤں کیونکر
داغہائے دلِ بیتاب دکھاؤں کیونکر
اپنی سوتی ہوئی قسمت کو جگاؤں کیونکر
سامنے آپ کے حیران ہوں، آؤں کیونکر
ہوں گناہوں سے پشیمان رسولِ عربیؐ

زندگی آپ کی الفت میں بسر کر جاؤں
کبھی اس راہ کی مشکل سے نہ میں گھبراؤں
نزع میں جلوۂ دیدار سے دل بہلاؤں
موت کو آپ کا آغوشِ محبت پاؤں
بس اگر ہے تو یہ ارمان رسولِ عربیؐ

سر کسی اور کے آگے نہ جھکانے دینا
غیر کا دل میں تصور بھی نہ آنے دینا
بارِ احساں نہ کسی کا بھی اٹھانے دینا
دیکھنا اور کسی در پہ نہ جانے دینا
ہے رؤف آپ کا مہمان رسولِ عربیؐ

نظر ہم خستہ حالوں کی حبیبِ کبریا پر ہے
نہ اپنی بے ریائی پر نہ اپنے اتقا پر ہے
شفاعت کا ہماری فیصلہ اُنکی رضا پر ہے
بھروسا عاصیوں کا شافعِ روزِ جزا پر ہے
ہمیں تو ناز جو کچھ ہے محمد مصطفےٰ پر ہے

وہ سیرِ عرش و کرسی کر کے آجاتے ہیں دم بھر میں
وہ رکھتے ہیں قدم تو نقش بن جاتے ہیں پتھر میں
فضیلت کی یہ دیکھو انتہا ذاتِ پیمبر میں
بنی آدمؑ سے عیسیٰؑ تک ہیں سب مبلغ ان مخبر میں
مگر تاجِ شفاعت فرق ختم الانبیا پر ہے

جب آیا جوش پر میرے نبی کے فیض کا دریا
شہنشاہانِ عالم بھی نظر آنے لگے منگتا
سخی ایسا زمانے نے نہ دیکھا تھا نہ دیکھے گا
کبھی اس آستانے سے کوئی خالی نہیں جاتا
نگاہِ رحمۃ اللعالمیں ہر ہر گدا پر ہے

ہزاروں صاحبِ ظاہر ہیں صدہا صاحبِ باطن
کوئی ایسا بھی ہے انمیں کہ دنیا ہی نہ ہو اُس بن
مثال اُسکی کوئی ڈھونڈھے تو عالم میں نہ ہو ممکن
حسیں ہیں مہ جبیں ہیں نازنیں ہیں سامنے لیکن
نظر سب دیکھنے والوں کی محبوبِ خدا پر ہے

ادا بھائی جو دیکھا اُن کو کملی دوش پر ڈالے
کبھی ارشاد ہے اے میرے جھرمٹ مارنیوالے
جو موقع ہو تو اُن کی جانِ اقدس کی قسم کھالے
نہیں ہم ہی اکیلے ساقیٔ کوثر کے متوالے
خدا بھی شیفتہ محبوب کی اِک اِک ادا پر ہے

محبت دل میں بھر دیتے ہیں اپنے نعت خوانوں کے
کوئی آتا ہے مشرق سے کوئی آتا ہے مغرب سے
بھلا کر دل سے دنیا اور مافیہا کے سب جھگڑے
وہ اپنا ذکر سنوا کر جلا دیتے ہیں ہر ہفتے
کرم سرکار کا کیسا رؤفِ بے نوا پر ہے

غزلیات

بتوں کی کج ادائی کا گلہ کیا
وفا کرتے بھلا یہ بے وفا کیا

کسی نے نام ان کا لے دیا کیا
نہ پوچھو حال پھر دل کا ہوا کیا

یہ کہنا ہائے میرے چارہ گر کا
مریضِ دردِ الفت کی دوا کیا

کسی پہلو نہیں آرام دل کو
ترے دردِ محبت نے کیا، کیا

زمانہ نے نگاہیں پھیر لی ہیں
ہوئے ہو ایک تم مجھ سے خفا کیا

کہاں سے تاب لاؤں گفتگو کی
کہوں کیونکر کہ ہے تم سے گِلا کیا

ترے عشاق کو اے جانِ عالم
بجز تیرے کسی سے واسطہ کیا

ترے ہوتے کروں کس کی تمنا
میرا ارمان ہو تیرے سوا کیا

نہیں جینے کا پل بھر کے بھروسا
ارادے کر رہے ہیں اس پہ کیا کیا

کہاں سے لائے گی انداز میرے
کہے گی حالِ دل بادِ صبا کیا کیا

ہو محفل صاحبِ محفل سے خالی
مری آنکھوں پہ پردہ پڑ گیا کیا

چھٹا دنیا و فیہا کے غم سے
ترے دامِ محبت میں پھنسا کیا

سمجھ لیں آپ خود ہی مطلبِ دل
رؤفِ بے زباں سے پوچھنا کیا

زمانہ کو غم سے چھڑاتا رہوں گا
ترے عشق کی مے پلاتا رہوں گا

نہ ہوگا کوئی مشغلہ اور میرا
ترے حسن کے گیت گاتا رہوں گا

جہاں نقشِ پا دیکھ لوں گا تمہارا
وہیں اپنے سر کو جھکاتا رہوں گا

تم آؤ نہ آؤ یہ میرا مقدّر
مگر میں تو تم کو بلاتا رہوں گا

ازل کا ہوں میں خانہ زادِ محبّت
اسی ساز پر گنگناتا رہوں گا

میں چھوڑوں گا نقش اپنی الفت کا ایسا
کہ برسوں تمھیں یاد آتا رہوں گا

تمھاری محبت کے مارے ہوؤں کو
میں سینہ سے اپنے لگاتا رہوں گا

مجھے دیکھ لو شوق سے آزما کر
تہِ تیغ بھی مسکراتا رہوں گا

میں نفرت کے جاسوس سے بھاگوں گا کوسوں
محبت کی محفل میں آتا رہوں گا

رؤف اب کہیں جانے والا نہیں میں
اسی در پہ دھونی رماتا رہوں گا

جو ترا طالبِ دیدار ہوا
پہلے رُسوا سرِ بازار ہوا
ہائے اُس چشم کی جادو نگہی
جس کو دیکھا وہی بیمار ہوا
کفر و اسلام سے کیا کام اُسے
جو مئے عشق سے سرشار ہوا
ہائے منہ موڑ کے اپنوں سے وہ شوخ
رونقِ محفلِ اغیار ہوا
اِک زمانے کی کھُلی آنکھ رؤفؔ تو ہی کم بخت نہ بیدار ہوا

غیر کو آشنا سے کیا مطلب
اُن کی خو کو وفا سے کیا مطلب
ہائے میرے طبیب کا کہنا
دردِ دل کو دوا سے کیا مطلب
وہ مرے دیکھنے کو کیوں آتے
شاہ کو بے نوا سے کیا مطلب
جو مٹے ہوں رہِ محبت میں
اُن کو چون و چرا سے کیا مطلب
مانتا کیوں رؤفؔ زاہد کی رند کو پارسا سے کیا مطلب

آنکھوں سے اشکِ غم نہ بہاؤں تو کیا کروں
دل کی لگی کو یوں نہ بجھاؤں تو کیا کروں

اِتنا بتاتے جاؤ اگر جا رہے ہو تم
پہلو میں اپنے تم کو نہ پاؤں تو کیا کروں

دل دے چکا تمھیں میں جگر دے چکا تمھیں
اس پر بھی تم کو یاد نہ آؤں تو کیا کروں

جب کوئی دخل ہی نہ ہو میرا یہاں تو پھر
اپنی خودی کو بھول نہ جاؤں تو کیا کروں

مسجد میں خانقاہ میں کعبے میں دَیر میں
تیرے سِوا کسی کو نہ پاؤں تو کیا کروں

لاکھوں گناہ میں نے ترے دیکھتے کیے
اللہ تجھ سے منھ نہ چُھپاؤں تو کیا کروں

اُن سے رؤف میری طرف سے یہ پوچھنا
ہوتے تمھارے چین نہ پاؤں تو کیا کروں

سنبل سے نہیں اُن کی زلفِ خمدار سے باتیں ہوتی ہیں
دو پھول جہاں رکھ لیتا ہوں رخسار سے باتیں ہوتی ہیں

یہ اپنے ہیں وہ بیگانے مجنونِ محبت کیا جانے
ہر گل سے جی بہلاتا ہوں ہر خار سے باتیں ہوتی ہیں

ہے جُرمِ وفا کیسا سنگیں دنیا میں کہیں انصاف نہیں
اُلفت کا ترسی دم بھرتا ہوں اور دار سے باتیں ہوتی ہیں

یاد آتی ہیں جب اُن کی مژگاں تیروں کا نشانہ بنتا ہوں
آبرو کا تصور کرتا ہوں تلوار سے باتیں ہوتی ہیں

اس سر میں نہ جانے کیا سائی سودا ہے ترے میخانے کا
جب در سے اٹھایا جاتا ہے دیوار سے باتیں ہوتی ہیں

کیسی نفرت کیسا غصہ کیسی رنجش کیسا جھگڑا
کچھ اور ہی منظر ہوتا ہے جب پیار سے باتیں ہوتی ہیں

اُلفت میں رؤف اوروں کو تو کیا خود کو بھی بھلانا پڑتا ہے
جب غیر نہیں رہتا کوئی تب یار سے باتیں ہوتی ہیں

اُن کے نقابِ رخ کو جو سرکا رہا ہوں میں
یوں کہیے آفتاب کو شرما رہا ہوں میں

جب تک ترا نشان نہیں پا رہا ہوں میں
دل کو ترے خیال سے بہلا رہا ہوں میں

اب تک خبر نہ لی دلِ خانہ خراب کی
تم تو یہ کہہ گئے تھے ابھی آ رہا ہوں میں

دل دے دیا تھا آپ کو دل دار جان کر
بس یہ خطا تھی جس کی سزا پا رہا ہوں میں

آیا ہوں کس مقام سے یہ بھی خبر نہیں
یہ بھی خبر نہیں کہ کدھر جا رہا ہوں میں

تم میرے حالِ زار پہ ہنستے ہو کیوں رؤفؔ
جو ٹھوکریں نصیب کی ہیں، کھا رہا ہوں میں

نقاب اپنے رخ سے ہٹاؤ تو جانیں
ہمیں روئے تاباں دکھاؤ تو جانیں

حقیقت کی دنیا کے تم رہنے والے
فضائے مجازی میں آؤ تو جانیں

دل اپنا کسی مہ جبیں سے لگا کر
جدائی کے صدمے اٹھاؤ تو جانیں

ہوئی ہوگی بارشِ کرم کسی پر
ہماری لگی کو بجھاؤ تو جانیں

جسے سُن کے ہو جائیں سب مستِ الفت
وہی راگنی گنگناؤ تو جانیں

نہ دیکھوں کسی کو سوائے تمہارے
نظر میں کچھ ایسے سماؤ تو جانیں

خلش جس کی بعدِ فنا بھی نہ جائے
کوئی تیر ایسا لگاؤ تو جانیں

کسی دن اِنھیں مست آنکھوں سے اپنی
ذرا سی ہمیں بھی پلاؤ تو جانیں

اُنھیں دفعتاً پیار آجائے تم پر
رؤفؔ ایسی صورت بناؤ تو جانیں

دل آزما کے جگر آزما کے دیکھیں گے
وہ پھر کہیں مجھے بسمل بنا کے دیکھیں گے

بر آئے یا نہ بر آئے مری امید مگر
وہ پہلے خاک میں مجھ کو ملا کے دیکھیں گے

میں عمر بھر کی مصیبت کو بھول جاؤں گا
اگر وہ ایک نظر مسکرا کے دیکھیں گے

سُنا ہے حشر میں اِک اور حشر بھی ہوگا
وہ پردۂ رُخِ زیبا اٹھا کے دیکھیں گے

سمجھ میں آئی ہے تدبیر اُن سے ملنے کی
ہم اپنے آپ کو اک دن بھلا کے دیکھیں گے

گلِ مُراد سے بھر جائیں گے اُدھر دامن
وہ جانِ ناز جدھر مسکرا کے دیکھیں گے

اگر لکھا ہے مقدر میں دیکھنا اُن کو
یہاں نہیں تو کہیں اور جا کے دیکھیں گے

رؤفؔ جان فقط اس امید پر دی ہے
وہ میری نعش کو ٹھوکر لگا کے دیکھیں گے

فلک کیوں ستانے کو جی چاہتا ہے
مجھے کیا مٹانے کو جی چاہتا ہے

مری آہ کا بھی اثر یاد رکھنا
اگر آزمانے کو جی چاہتا ہے

تری اک نظر کی یہ معجز نمائی
کہ تجھ میں سمانے کو جی چاہتا ہے

غرض دیر سے ہے نہ مطلب حرم سے
یہ جھگڑے مٹانے کو جی چاہتا ہے

سُنا کر کبھی اپنے غم کی کہانی
تمھیں بھی رُلانے کو جی چاہتا ہے

کہاں اپنی خودداریاں لیکے جاؤں
اُنھیں پھر منانے کو جی چاہتا ہے

محبت میں جو کچھ بھی گذری ہے دل پر
تمھارے سنانے کو جی چاہتا ہے

جہاں نقشِ پا دیکھتا ہوں تمھارا
وہیں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے

رؤفؔ ایک دھوکا ہی دھوکا ہے دنیا
کہاں دل لگانے کو جی چاہتا ہے

اک جھلک سی روئے تاباں کی دکھا کر چل دیئے
وہ مجھے تصویرِ حیرانی بنا کر چل دیئے

واہ کیا حسنِ عمل ہے واہ کیا حُسنِ سلوک
میرے دل میں میری آنکھوں میں سما کر چل دیئے

اپنے وعدے بھی نہ آئے یاد تم کو بھول کر
حسرتیں سب خاک میں میری ملا کر چل دیے

کیا کہوں کیا کیا مریضِ عشق پر گذری یہاں
بندہ پرور آپ تو صورت دکھا کر چل دیے

میری الفت کا نہ آیا آپ کو مطلق خیال
زندگی بھر کی وفاؤں کو بھلا کر چل دیے

حیف ہے اب تک نہ لی بیمارِ فرقت کی خبر
مجھ کو اپنے دامِ الفت میں پھنسا کر چل دیے

اب ترس کھانا نہ کھانا کام ہے اُن کا رؤف
ہم تو اپنا حالِ دل ان کو سُنا کر چل دیئے

ارمان اُن کی دید کے تڑپا کے رہ گئے
کچھ پھول تھے جو باغ میں مرجھا کے رہ گئے

اے بھرنے والے سارے فقیروں کی جھولیاں
ہم دامنِ سوال ہی پھیلا کے رہ گئے

آئی سمجھ میں ایک نہ مجنونِ عشق کی
سب خویش و اقربا اُسے سمجھا کے رہ گئے

ارمان تھا ہم ان کو نظر بھر کے دیکھتے
بس گوشۂ نقاب ہی سرکا کے رہ گئے

تقدیر میں جو چارۂ دردِ نہاں نہ تھا
وہ میرے حالِ دل پہ ترس کھا کے رہ گئے

کیا دوستوں نے حقِ رفاقت ادا کیا
بس یہ کہ تا لحد مجھے پہنچا کے رہ گئے

پہلے تو تھی اُنھیں سے شکایت ہمیں رؤفؔ
دیکھے جو اپنے عیب تو شرما کے رہ گئے

خیالِ روئے تاباں آرہا ہے
مہ و خورشید کو شرما رہا ہے

یہ کیسے آرہی ہے یاد اُن کی
کہ دل پہلو سے نکلا جارہا ہے

دیا تھا دل مگر یہ کیا خبر تھی
تڑپنے کا زمانہ آرہا ہے

یہ بے چینی یہ بے تابی کہاں تھی
وہ پہلا وقت اب یاد آرہا ہے

نہیں ہو تم تو دنیا بھر میں گویا
اندھیرا ہی اندھیرا چھا رہا ہے

بس اب لاج اپنے دیوانہ کی رکھ لو
تمھارے در سے سر ٹکرا رہا ہے

حقیقت کھل نہیں سکتی تو اے دل
یہ گتھی کس لیے سلجھا رہا ہے

مسلماں ہو کوئی، کوئی برہمن
اسی میں لطف ان کو آرہا ہے

سوائے اشتیاقِ دیدِ جاناں
رؤفِ زار میں اب کیا رہا ہے

جب نگاہِ لطف مجھ پر آپ کی ہو جائے گی
آسماں جو رنج بھی دیگا خوشی ہو جائے گی

آگیا میری وفاؤں کا اگر تم کو خیال
پھر مری سوکھی ہوئی کھیتی ہری ہو جائے گی

جان آجائے گی تم اقرار کر لوگے اگر
منع کر دوگے تو صورت دوسری ہو جائے گی

میری بالیں سے نہ جانے کا کرو ہرگز خیال
تم اٹھوگے پھر مری حالت وہی ہو جائے گی

اب تو دنیا میں اندھیرا چھا رہا ہے ہر طرف
جب دکھائیں گے وہ صورت روشنی ہو جائے گی

دیکھ لیں گے آپ میرے قتل ہو جانے کے بعد
ساری دنیا میرے خوں کی مدعی ہو جائے گی

دامنِ الفت عقیدت سے اگر تھامے رہے
پھر تو کشتی بحرِ غم سے پار ہی ہو جائے گی

موت آئے گی اگر راہِ وفا میں اے رؤف
یاد رکھو زندگی ہی زندگی ہو جائے گی

مری میت پہ رویا جا رہا ہے
جفا کا داغ دھویا جا رہا ہے

یہاں کچھ اور ہی بے چینیاں ہیں
لحد میں کس سے سویا جا رہا ہے

کسی کو پیس دیتا ہے زمانہ
کوئی موتی پرویا جا رہا ہے

جفا کاری کی رسمیں بڑھ رہی ہیں
وفا سے ہاتھ دھویا جا رہا ہے

مریضِ ہجر کو کیا یاد کرتے
وفا کو اس کی رویا جا رہا ہے

جو پہلے بجھ چکا ہے زہرِ غم میں
وہ نشتر اب چبھویا جا رہا ہے

عبث اصرار ہے اے جوشِ گریہ
بھلا اب مجھ سے رویا جا رہا ہے

ردیف اِس بزم سے اٹھنا تمھارا
زباں کا لطف گویا جا رہا ہے

مری حالت عجب ناگفتنی معلوم ہوتی ہے
خوشی میں مجھ کو غم، غم میں خوشی معلوم ہوتی ہے

بڑی پُرخار راہیں سخت طوفانی مناظر ہیں
محبت دیکھنے میں دل لگی معلوم ہوتی ہے

میں اُن کا ذکر کرتا ہوں وہ مجھ کو یاد کرتے ہیں
مری اُن کی محبت دائمی معلوم ہوتی ہے

مجھے بربادیوں کا اپنی کچھ شکوہ نہیں تم سے
مقدر کی مرے برگشتگی معلوم ہوتی ہے

وہ ساعت ہائے وہ ساعت جدا ہوتے ہو تم جس میں
یہ دیکھا ہے قیامت کی گھڑی معلوم ہوتی ہے

عیادت کے بہانہ سے ذرا صورت دکھا جاؤ
مریضِ غم کی اب حالت بُری معلوم ہوتی ہے

تمھاری بیوفائی کی شکایت اور مرے منھ سے
کسی نے بات یہ یونہی کہی معلوم ہوتی ہے

ابھی سے نالۂ دل میں اثر کی جستجو توبہ!
ابھی تو آرزو میں بھی کمی معلوم ہوتی ہے

وہ میرا دوست ہے، جو بے تکلف مجھ سے یہ کہدے
رؤف اس وقت تجھ میں یہ کمی معلوم ہوتی ہے،

ترا آسماں کیا بگاڑا ہے میں نے مجھے کیوں مٹانے کو جی چاہتا ہے
مری آہ کا بھی اثر یاد رکھنا اگر آزمانے کو جی چاہتا ہے

حقیقت میں اک جائے عبرت ہے دنیا یہاں کوئی موقع نہیں ہے خوشی کا
وہیں تیرِ غم کوئی لگتا ہے دل پر جہاں مسکرانے کو جی چاہتا ہے

بہت دل پہ صدمے اٹھائے ہیں ہم نے جگر پر بہت داغ کھائے ہیں ہمنے
سُنا کر تمھیں اپنے غم کا فسانہ تمھیں بھی رُلانے کو جی چاہتا ہے

اُنھیں راہ پر یونہی لانا پڑے گا کہ ہر شرط پر سر جھکانا پڑے گا
کہاں اپنی خودداریاں لے کے جاؤں اُنھیں پھر منانے کو جی چاہتا ہے

شب و روز شام و سحر کے تماشے کبھی دل کی آنکھوں سے تم نے نہ دیکھے
رؤف ایک دھوکا ہی دھوکا ہے دنیا کہاں دل لگانے کو جی چاہتا ہے

مخمسات

خمسہ بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

ہر دم بفراق سوگواریم ہر لحظہ ز ہجر اشکبار یم
از تیرِ ادا جگر فگاریم ما دل شدگانِ بے قراریم
رسوا شدگانِ کوے یاریم

للہ نہ کیجئے کنارا ہجراں کا الم نہیں گوارا
ظاہر ہے جو حال ہے ہمارا جاں است فدائے یک نظارا
نے در ہوس لب و کناریم

کر تیغِ جفا سے خون میرا موقع نہیں ہاتھ روکنے کا
صد رشک کرم ہے جور تیرا اے ترک چہ جائے رحمت اینجا
تو تیر بزن کہ ما شکاریم

ہو کر میرے رازداں بتاؤ کیوں میرا نشان پوچھتے ہو
معلوم نہیں رؤف تم کو ما خاکِ رہیم ہمچو خسرو
در کوئے کسے بیادگاریم

خمسہ بر غزلِ خود

یہ کیا صورت ہوئی اللہ جانے — لگے وہ بے سبب ہم کو ستانے
جہاں کچھ کہہ دیا بادِ صبا نے — بنے تیرِ جفا کے ہم نشانے
ثمر اچھا دیا نخلِ وفا نے

اُدھر اغیار کی ریشہ دوانی — اِدھر احباب کی ناقدردانی
نہیں کوئی شریکِ خستہ جانی — کہوں کس سے شبِ غم کی کہانی
مرے سوزِ جگر کو کون جانے

اجل کا جس گھڑی پیغام آئے — سرِ بالیں ہوں سب اپنے پرائے
یہ کہنا اے صبا اس دلربا سے — تمنا ہے کہ جب یہ جان نکلے
کھڑے ہوں آپ بھی میرے سرہانے

علاج دردِ فرقت ہو الٰہی — مداوائے مصیبت ہو الٰہی
پسِ مردن یہ صورت ہو الٰہی — غبارِ راہِ الفت ہو الٰہی
مری مٹی بھی لگ جائے ٹھکانے

حسیں میں ہوں تو وہ حسنِ دل آرا — تمنائیں تو وہ جانِ تمنّا
غرض میرا اور اُن کا ہے یہ رشتہ — وہ میری روشنی میں ان کا جلوہ
حقیقت ہے کوئی مانے نہ مانے

کہیں کاسہ لئے پھرتے ہیں در در — کہیں تختِ شہی پر جلوہ گستر
کہیں بلبل کہیں حسنِ گلِ تر — ہیں اس صورت سے وہ محفل کے اندر
کوئی جانے انھیں کوئی نہ جانے

قدم ان کی طرف جس کا اٹھا ہے — کلیجہ تھام کر ہی رہ گیا ہے
جو ہے وہ زخمی تیرِ ادا ہے — جہاں میں حشر برپا کر رکھا ہے
رؤف اُن کی نگاہِ فتنہ زانے

خمسہ بر غزل حضرتِ بیدم

سیکڑوں زخمی ہزاروں کو تڑپتا دیکھتے
جس طرف اٹھتیں نگاہیں حشر برپا دیکھتے
جو تصور میں نہ آئے وہ تماشا دیکھتے
ان کے ناوک آ کے سینہ میں مرے کیا دیکھتے
دل کے ہر گوشہ میں ارمانوں کی دنیا دیکھتے

ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرنا ہمارا دربدر
ہائے وہ آہ و بکا وہ رات کا پچھلا پہر
کون لیتا ہے مریضانِ محبت کی خبر
قافلے پہنچے ہزاروں منزلِ مقصود پر
ہم اکیلے رہ گئے نقشِ کفِ پا دیکھتے

دیکھنے والوں کا اکثر ان کے دیکھا ہے یہ حال
جان کی ہی فکر رہتی ہے نہ کچھ تن کا خیال
موش کر دیتے ہیں گم ہے اسکے اندر کیا کمال
لطف تو جب تھا کہ ہم بھی دیکھتے ان کا جمال
اور ہماری بیخودی کا وہ تماشا دیکھتے

جو نگاہیں جلوۂ رخسارِ جاناں سے ملیں
تابِ نظارہ رؤف اس طرح وہ پیدا کریں
بیشتر سب سے وہ اک جامِ الفت پئیں
دیدِ گل کے واسطے بلبل کی آنکھیں جائیں
قیس کی نظروں سے بیدم حسنِ لیلیٰ دیکھتے

خمسہ

جاگنے ہی کو ہیں بیمارِ محبت کے نصیب — وصلِ گل سے شاد و ماں ہونیکو ہے اب عندلیب
آرہا ہے شاید اب نزدیک تر کوئے حبیب — کچھ کھٹک سی ہو رہی ہے اب رگِ جاں کے قریب
دردِ دل پہنچا بڑی مشکل سے درماں کے قریب

سجدہ گاہِ خلق ہے جو نقشِ پائے ناز ہے — ذرہ ذرہ اس جہاں کا گوش برآواز ہے
گردنیں جھکتی ہیں خود، یہ تیغ کا اعجاز ہے — اُس ستمگر کی جفا کا بھی عجب انداز ہے
کھنچ کے دل خود آرہے ہیں نوکِ پیکاں کے قریب

تم ہی بن جاؤ گے جب میرے لیے بیداد گر — جب تمھیں کو رحم آئے گا نہ میرے حال پر
جب تمھاری ہی نہو گی مجھ پہ رحمت کی نظر — تم ہی جب لوگے نہ بیمارِ محبت کی خبر
کون آئیگا مریضِ دردِ ہجراں کے قریب

مانگتا ہوں جس سے میں سب سے بڑی سرکار ہے — ہو اگر چشمِ کرم تو دم میں بیڑا پار ہے
صرف اتنا ہی تو ارمانِ رؤفِ زار ہے — مل سکے تو ایک سجدے کی زمیں درکار ہے
روئے جاناں کے مقابل کوئے جاناں کے قریب

خمسہ دیگر

بخت ہوتا ہے کسی کا جو پلٹ جانے کو — رحم آتا ہے نہ اپنے کو نہ بیگانے کو
دیتے جاتے ہیں وہ چڑ کے مرے تڑپانے کو — کہتے جاتے ہیں وہ سنکر مرے افسانے کو
کس مصیبت میں پڑے چھیڑ کے دیوانے کو

مذہب ہے مرا شیوہ ہے — ان بتوں میں مجھے اللہ نظر آتا ہے
ہر گھڑی میری مذمت کا تجھے سودا ہے — زاہد اصاف بتا دے ترا مطلب کیا ہے
ترے کعبے کے لئے چھوڑ دوں بتخانے کو

حالِ دل اپنا میں ہر اک کو بتا دیتا ہوں — خود بھی روتا ہوں اور اسکو بھی رُلا دیتا ہوں
اپنا افسانۂ غم سب کو سنا دیتا ہوں — در میخانۂ عالم پہ صدا دیتا ہوں
کون ایسا ہے جو بھر دے مرے پیمانے کو

ہائے بیمارِ محبت کے مقدر کا لکھا — جیتے جی اسکو کبھی وصل میسر نہ ہوا
عمر بھر آتشِ ہجراں میں سلگتا ہی رہا — آخرش ہو گیا جل بجھ کے کلیجہ ٹھنڈا
شمع کی گود میں نیند آ گئی پروانے کو

اُس کے در پر کوئی محتاج اگر آ جائے — گلِ مقصود سے لیجائے وہ دامن بھر کے
یہ رؤف ایسے نظر باز کو کیا پہچانے — اک نظر سے جو زمانہ تہ و بالا کر دے
میرے دل سے کوئی پوچھے ترے دیوانے کو

خمسہ دیگر

اک قیامت ڈھا رہی ہے فرقتِ کوئے حبیب — چشمِ گردوں نے نہ دیکھا ہوگا مجھ سا بدنصیب
میری بے چینی نرالی، میری بیتابی عجیب — یادِ جاناں کروٹیں لیتی ہے یوں دل کے قریب
جیسے موجیں لوٹتی رہتی ہیں ساحل کے قریب

جانتا ہے وہ جو راہِ عشق و الفت طے کرے — میرے دل سے کوئی پوچھے دردِ الفت کے مزے
میں تو اپنی کہہ رہا ہوں غیر جو چاہے کہے — راہِ غم کی مشکلیں ایسی پسند آئیں مجھے
لوٹ لوٹ آتا ہوں میں جا جا کے منزل کے قریب

دل یہی اندر سے کہتا تھا کہ اُس سے یوں ملو — اپنے اندر ہی تلاشِ جلوۂ جاناں کرو
میں نہ پہچانا مگر اس غیب کی آواز کو — مثلِ میر بھی کوئی گم کردہ منزل نہ ہو
ڈھونڈھتا پھرتا ہوں میں منزل کو منزل کے قریب

ہائے کب آنکو تھی ہمیارِ غم کو موت بھی — ہائے اُس بیکس کے ارمانوں کی دنیا کب لُٹی
دل کی دل میں رہ گئی حسرت رؤفِ زار کی — وائے ناکامی کہ طوفاں کی تمنا ہی رہی
کشتیٔ غم بھی کہاں ڈوبی ہے ساحل کے قریب

خمسہ بر غزل خود

فتنوں کو خواب سے نہ جگاؤں تو کیا کروں　　آہوں سے کوہِ غم نہ گراؤں تو کیا کروں
نالوں سے آسماں نہ ہلاؤں تو کیا کروں　　آنکھوں سے اشکِ غم نہ بہاؤں تو کیا کروں
دل کی لگی کو یوں نہ بجھاؤں تو کیا کروں

دیوانۂ جمال کو بہلا رہے ہو تم　　جس میں سمجھ نہیں اسے سمجھا رہے ہو تم
تکلیف اتنی کس لئے فرما رہے ہو تم　　اتنا بتائے جاؤ اگر جا رہے ہو تم
پہلو میں اپنے تم کو نہ پاؤں تو کیا کروں

خود داریاں بھی رشکِ تمنا دے چکا تمھیں　　دینی نہ تھی یہ چیز مگر دے چکا تمھیں
رکھتا تھا جو بھی خاک بسر دے چکا تمھیں　　دل دے چکا تمھیں میں جگر دے چکا تمھیں
اس پر بھی تم کو یاد نہ آؤں تو کیا کروں

مجھ کو بنائیں اپنا نہ وہ رازداں تو پھر　　رکھیں ہر ایک بات کو مجھ سے نہاں تو پھر
اُن کے ہی زیرِ حکم ہو سارا جہاں تو پھر　　جب کوئی دخل ہی نہ ہو میرا یہاں تو پھر
اپنی خودی کو بھول نہ جاؤں تو کیا کروں

ہے ناپسند اُنھیں جو مرا گریہ و بکا　　نالوں سے میرے اُن کو اگر ہے کوئی گلہ
سر پھوڑنے سے میرے جو ہوتے ہیں وہ خفا　　اُن سے رؤف میری طرف سے یہ پوچھنا
ہوتے تمھارے چین نہ پاؤں تو کیا کروں

خمسہ دیگر

رکھتے ہی ترے کوچہ میں قدم دنیا سے کنارا کرتے ہیں
ہر غم کو خوشی سے سہتے ہیں ہر رنج گوارا کرتے ہیں
تو رُخ بھی نہیں کرتا لیکن ہم تجھ کو پکارا کرتے ہیں
دیدار کی پیاسی نظروں سے جس شے کا نظارا کرتے ہیں
اس شے میں تری بھولی بھالی تصویر اتارا کرتے ہیں

بالکل اسی صورت سے ہم کو پہلے بھی وہ دیکھا کرتے تھے
لیکن ادراک نہ ہوتا تھا حالانکہ یہی تھے نظارے
اظہارِ حقیقت ہونے پر اب حیرت کیوں ہوتی ہے تجھے
اے ذوقِ نظر بیتاب نہ ہو پردوں کے اٹھائے جانے سے
جب عشق تماشا بنتا ہے جلوے بھی نظارا کرتے ہیں

بے جُرم سراپا آپ بھی ہیں نیز آپ کا ہر انداز حسیں
جو عقل ذرا بھی رکھتا ہے اِن باتوں میں آتا ہے کہیں
یہ امر تو بالکل ظاہر ہے ہر شخص کو آجائے گا یقیں
یہ دل کی تڑپ بے وجہ نہیں یہ دل کی تڑپ بے لاگ نہیں
یا کوئی اسے بہکاتا ہے یا آپ اشارا کرتے ہیں

اِس در سے رؤف اب اُٹھ کے کہاں تو ٹھوکریں کھانے جاتا ہے
کیوں جادۂ حق سے ہٹتا ہے کیوں عقل کے دھوکے کھاتا ہے
"اس در سے نہ اُٹھ چاہے کچھ ہو" اس وجہ سے لب پر آتا ہے
جب ان کی عنایت ہوتی ہے ہر شخص کرم فرماتا ہے
جب اُن کی نگاہیں پھرتی ہیں اپنے بھی کنارا کرتے ہیں

محمدؐ کون ہیں کیا ہیں کوئی بتلا نہیں سکتا
یہ وہ رازِ خدا ہے کوئی جس کو پا نہیں سکتا

سرِ محشر نبی سب ہوں گے لیکن ہم غریبوں کی
سوائے آپ کے کوئی مدد فرما نہیں سکتا

یہاں آئے ہیں حضرت رحمۃ اللعالمیں ہو کر
کبھی خالی نبیؐ کے در سے کوئی جا نہیں سکتا

گلِ عارض تمہارا جس کی آنکھوں میں سمایا ہو
نظر میں گلشنِ فردوس کو وہ لا نہیں سکتا

اصولِ دینِ احمدؐ پر نہ ہو جب تک عمل پیرا
کوئی انسان کبھی راہ ہدایت پا نہیں سکتا

خطائیں ہیں تو ایسی ہیں معاصی ہیں تو ایسے ہیں
کہ صورت آپ کو یہ روسیہ دکھلا نہیں سکتا

رکھیں جس حال میں سرکار بس وہ حال اچھا ہے
غلام ان کا کوئی شکوہ زباں پر لا نہیں سکتا

فلک ہر روز اک ہنگامۂ محشر بپا کر دے
تمہارا نام لیوا ہوں تو میں گھبرا نہیں سکتا

اسی در کا بھکاری ہے اسی در کا بھکاری ہے
رؤف اِس آستانہ سے کہیں اب جا نہیں سکتا